

عہد ہے دو محبّت کا

آسیہ مرزا

دل میں تم پیدا کرو پہلے مری سی جرأتیں
اور پھر دیکھو کہ تم کو کیا بنا سکتا ہوں میں
میں بہت سرکش ہوں لیکن اک تمہارے واسطے
دل بچھا سکتا ہوں میں، آنکھیں بچھا سکتا ہوں میں

کچھ حقیقتیں ناگزیر ہوتی ہیں اور ان سے چشم پوشی کسی بھی طرح ممکن نہیں

ایک ضدی اور سرکش لڑکی کا فسانہ جو حقیقت سے دُور تھی،

"تم آخر اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو؟" امجد ٹی وی لاؤنج کا پردہ اُٹھا کر اُس کے پیچھے آیا تھا۔

اوپر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کا جملہ عمر کو ٹھٹھکا گیا۔ اس نے ریلنگ پر ہاتھ رکھ کر نیچے جھانکا تو لب بے ساختہ دانتوں میں دبا لیے۔ وہ سخت تیوروں کے ساتھ امجد کی طرف پلٹی تھی۔

"مسئلہ میرا نہیں، پرابلم تمہارا ہے، تم آخر چاہتے کیا ہو۔ اگر یہ کہ میں تمہارے آگے بچھ بچھ جاؤں، تمہاری فضول گوئی اور نظربازی پر شرما کر برف کی طرح پگھل کر تمہارے قدموں میں بہنے لگوں، تمہارے ذومعنی فقروں پر اپنے دل کی رفتار بڑھاؤں تو سوری، مجھے روایتی لڑکیوں کی طرح اس طرح کا کوئی کام نہیں آتا۔ مجھے شرمانا، گھبرانا تو نہیں البتہ مردوں کی اس فضول گوئی اور نظربازی پر غصہ آتا ہے۔ اُن کا مُنہ نوچنے کو دل چاہتا ہے۔"

جھگڑا شاید ٹی وی لاؤنج سے ہی شروع ہوا تھا، یہ اس کا بقیہ حصہ تھا جو کلائمکس پر تھا اور دھماکا خیز تھا مگر عمر نے سخت تاسف اور بے بسی سے عاظمہ کو دیکھا۔ اسی دن سے ڈر رہا تھا وہ۔ امجد کی آمد سے ہی اس کا دل انجانے خدشوں سے دھڑکتا رہتا تھا۔ شاید اس کے نہیں، چچی کے خدشے اور خوف تھے جو اس کے اندر بھی اُتر گئے تھے۔

"میں نظرباز ہوں، تمہارے خیال میں؟ فضول گوئی کرتا رہتا ہوں؟" وہ ہتھے سے اُکھڑ گیا۔ آخر تائی ماں کی بہن کا بیٹا تھا اور پھر اس قدر پھٹکار پر تو نرم خو اور متحمل مزاج بندہ بھی مشتعل ہو سکتا تھا۔

اس کی ساری منگیترانہ محبت جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ گویا غبارے سے ساری ہوا ہی نکل گئی۔ عمر کو سخت افسوس ہوا۔ کم از کم عاظمہ کو اس کے ساتھ کسی حد تک رعایت برتنی چاہیے تھی۔ دو سالہ منگنی میں پہلی بار تو وہ یہاں آیا تھا، وہ بھی کاروباری سلسلے میں۔ دو دن بے چارہ اس کے پیچھے مجنوں بنا پھرتا رہا، تیسرا دن عاظمہ کی برداشت کا آخری دن ثابت ہوا یا اُس کی محبت کا۔

"میں کوئی آوارہ، بدمعاش، ایرا غیرا نہیں ہوں، منگیتر ہوں تمہارا۔ اگر دو لفظ محبت کے بول دیے تو کوئی قیامت نہیں آگئی۔ مگر تم.... تم شاید خود کو کوئی انوکھی مخلوق سمجھ رہی ہو۔ لڑکیوں کی کمی نہیں ہے مجھے۔ یہ تو امی جانے کیا دیکھ کر بندھن باندھ گئیں۔ تم جیسی بدتمیز لڑکی سے تعلق استوار رکھنے سے کئی درجہ بہتر ہے، میں کنوارا مر جاؤں۔"

عمر کا سر بے اختیار اثباتی انداز میں ہلنے لگا، جیسے وہ خود اس معرکہ آرائی میں بنفسِ نفیس موجود ہو۔

"کنوارا کیوں مرنا ہے، بہت سی مل جائیں گی ناز و ادا دکھانے والیاں۔ تمہارے لفظوں پٹ پٹ گر گر کر مرنے والیاں۔ مگر براہِ کرم! مجھ سے اس طرح کی توقعات مت رکھنا۔" وہ استہزائیہ نظروں سے امجد کو دیکھ رہی تھی، جبکہ وہ اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"اپنی حد میں رہو عاظمہ، میں چاہوں تو یہ منگنی توڑ کر تمہاری یہ ساری اکڑ ایک جھٹکے میں نکال سکتا ہوں۔" وہ ستون پر ہاتھ جما کر دھیمے مگر زہر بجھے لہجے میں بولا اور گویا وہ گیلی لکڑی کی طرح سلگ کر چیخ پڑی۔

"کیا.... تم.... تم مجھے اس واہیات دھمکی سے بلیک میل کرو گے؟ یہ منگنی میرے لیے زندگی و موت کا معاملہ نہیں ہے۔" وہ نفرت اور حقارت سے ہنسی پھر اپنی انگلی میں دمکتی ڈائمنڈ کی رِنگ کو دیکھا اور دوسرے پل وہ یہ رِنگ اس کے مُنہ پر مار چکی تھی۔

"تم کیا توڑو گے یہ رشتہ۔ اسے میں خود تمہارے مُنہ پر مار رہی ہوں۔"

امجد کے اعصاب پر یقیناً بم بلاسٹ ہوا تھا۔ وہ سناٹے میں رہ گیا۔ تائی اماں کا کمرا کھُلا۔ ساتھ ہی ٹی وی لاؤنج سے بھی دونوں لڑکیاں باہر نکلی تھیں۔

وہ تیزی سے بقیہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔ اس کے خیال میں اب اینڈ تو ہو چکا تھا۔ اب اس کی تباہیوں پر واویلا ہونا باقی تھا۔ اپنے بیڈ روم کی پورچ کی طرف کھلنے والی کھڑکیوں سے پردے ہٹا کر سلائڈ کھول کر وہ باہر جھانکنے لگا پھر دو تین گہری گہری سانسیں بھر کر باہر کی سنسان فضا کو محسوس کیا، ہلکے سے لب وا ہو گئے۔

باہر کتنا سناٹا تھا اور اندر۔ اُف کیا شور مچا ہو گا۔ چچی بھی اپنے پورشن سے چلی آئی ہوں گی بلکہ لاڈلی چچی بے چاری۔ اس نے بے چارگی سے اپنی خوبصورت نازک

ی روتی دھوتی چچی کا تصور کیا اور ایک گہری سانس بھر کر
یڈ کے کنارے بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔

بڑی خالہ کے فون پر چچی کس قدر متوحش سی ہو کر
اُس کی طرف دوڑی چلی آئی تھیں۔

"عمر' تمہاری خالہ کا فون تھا۔ کہہ رہی تھیں' امجد
ہفتہ بھر کے لیے کراچی آرہا ہے۔ اپنے کاروباری سلسلے
یں اور یہ کہ وہ یہیں رُکے گا۔ اچھا ہے' عاظمہ کو بھی
یکھ لے گا۔ پیچھے پڑا رہتا ہے کہ صرف تصویر دیکھی ہے'
ری دیکھنے میں کیسی ہے۔ میں نے کہا خود دیکھ آؤ آنکھوں
ے' لاکھوں میں ایک ہے۔"

"لاکھوں میں ایک ہی تو ہے چچی!" وہ مسکرایا تھا'
اس کے انداز میں طنز ہی طنز تھا جو چچی کے دل میں اُتر گیا۔
گر دافعتی الفاظ اُن کے پاس نہ تھے' جیتی نے جھنڈے
ی ایسے گاڑے تھے۔

"اچھا ہے چچی' امجد مل لے۔ انڈر اسٹینڈنگ تو
بھی چیز ہے نا" اس نے چچی کو تسلی دی۔

"خاک انڈر اسٹینڈنگ ہوگی اُس کی۔ وہ تو پیروں پر
انی نہیں پڑنے دیتی۔ اسے ذرا کہتی ہوں' امجد آرہا ہے'
سنبھل کر رہنا تو تڑخ کر کہتی ہے۔ کیا آنکھیں اس کی راہ
یں بچھاؤں' پلکیں فرش راہ کروں۔ مجھ سے نہیں ہوتیں
ی عورتوں جیسی حرکتیں۔ لو دیکھو' مرد خود کو سمجھنے سے
رہ جائے گی۔" چچی اس کی باتیں سنا کر ہاتھ پٹنے لگیں۔
"اگر امجد کے سامنے بھی وہ یونہی رہی تو...؟"

"تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ امجد اسے شادی سے
لے سمجھ جائے گا اور یوں شادی کے بعد زندگی قدرے
ہلکا اور بہتر گزرے گی۔"

"تجھے مذاق سوجھ رہا ہے' اِدھر میرا دل اور کلیجا منہ
کو آرہا ہے۔" چچی کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔
قریبی کے رشتے کا معاملہ تھا۔ عزت کا معاملہ تھا اور بیٹی
ں ماشاء اللہ' سبحان اللہ عاظمہ جہانزیب۔

"آپ فکرمند نہ ہوں چچی جان۔ میں اپنی طرف
سے پوری کوشش کروں گا کہ وہ کم از کم ہفتہ بھر امجد کے
سامنے جیسی ہے' ویسی ظاہر نہ ہو۔" اس نے اُن کے
کندھے پر تسلی آمیز تھپکی دی تو وہ بے چاری مطمئن ہو کر

سہلانے لگیں۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں تیرتی
استہزائیہ مسکراہٹ دیکھی ہی نہیں ورنہ انہیں یہ تسلی
بے حد پھیکی لگتی۔

ان کے جانے کے بعد عمر نے ایک گہری طویل تھم
کی سانس بھر کر تاسف سے سہلایا۔

کچھ بھی تھا' عاظمہ جہانزیب میں منافقت نہ تھی۔
اور اسے سوفیصد یقین تھا کہ وہ ایسی ہی رہے گی' جیسی
ہے۔ اس پر امجد تو کیا' امجد کا باپ بھی اثر انداز نہیں
ہو سکتا تھا۔ اور آج اس کا یہی یقین سچ ثابت ہوا تھا۔ مگر
اس میں ہمت نہیں تھی کہ نیچے اُتر کر اس دھماکا خیز منظر کو
دیکھے اور خاص کر اس کے المیہ کردار چچی پر نظر ڈالنے کی
تو بالکل ہمت نہیں تھی۔ "بے چاری چچی!"

بیڈ پر دراز ہو کر اس نے سگریٹ کیس سے سگریٹ
نکالی' اسے لبوں میں پھنسایا اور لائٹر کا شعلہ دکھانے لگا۔
دوسرے پل ایک ننھا سا بے ضرر شعلہ سگریٹ کی ٹاپ پر
چمکنے لگا۔

○☆○

"تمہیں عاظمہ کو سمجھانا چاہیے تھا عفت۔ بھلا یہ
لڑکیوں کے انداز و اطوار ہوتے ہیں' اس طرح تو وہ کسی
کے ساتھ نباہ نہ کر پائے گی۔ یہ تمہارے سامنے موش
اور ماہم بھی تو ہیں' کس طرح رہتی ہیں گھر میں۔ ایک وہ
صاحب زادی ہے' ساتویں آسمان پر دماغ رہتا ہے۔ مرد
بنی پھرتی ہے۔ ارے' مرد سمجھنے سے مرد ہو جائے گی وہ؟"
تائی ماں اپنے کمرے میں اپنا سارا غصہ دیورانی پر نکال
رہی تھیں۔ امجد میاں اپنا سامان سمیٹ کر ہوٹل روانہ
ہو چکے تھے۔

"وہ میری بہن کا بیٹا ہے' اس لیے میں اُس کی
حمایت نہیں کر رہی ہوں۔ تم خود سوچو' غلطی عاظمہ کی
ہے یا نہیں؟"

چچی ملول سی سانس بھر کر اثبات میں سر ہلانے
لگیں۔ "سراپا غلطی ہے وہ تو۔ پتا نہیں' اُن کی تربیت
میں کہاں کوتاہی ہوگئی۔ اکلوتی ہونے کے باوجود اسے بیٹی
کی طرح ہی پالا مگر اس کے اندر یہ مردانہ وار مقابلہ
کرنے کی صفت کہاں سے پیدا ہوگئی۔"

وہ سوچ سوچ کر تھک جاتیں۔ کسی سے نہ دبنا' بہادری اور جرأت تو نہیں تھی۔ نری بداخلاقی' بدتمیزی اور بے مروتی تھی مگر وہ ان باتوں کو سمجھتی اور اہمیت دیتی تو رونا کس بات کا تھا۔ کتنے مان سے تائی ماں کی بہن اپنے بیٹے امجد کا رشتہ اُس سے طے کر گئی تھیں حالانکہ تائی اماں کی اپنی بیٹیاں بھی تھیں مگر تائی اماں نے بھی عاطفہ کی خوب تعریفیں کی تھیں بہن سے۔ اُن کی پسند کو سراہا تھا اور اس رشتے پر دل سے خوش تھیں۔ (ہائے قسمت)

رات تائی ماں کی بہن لالہ رخ کا فون آیا تھا لاہور سے۔ گویا صاحب زادے نے ہوٹل سے فون کھڑکا دیا تھا اور انگوٹھی منہ پر ماردی گئی ہے' اس کا مژدہ بھی سنا دیا تھا کس انداز سے' یہ تو اللہ ہی جانتا تھا یا پھر امجد۔

تائی ماں بھری ہوئی بہن کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش میں لگی تھیں۔ "بات تو سنو تم میری' بات تو سنو۔" مگر اُدھر مسلسل اور تیز تیز بولتے بولتے فون رکھا جا چکا تھا۔

"لو دیکھو ذرا' اس عمر میں بھی عقل نام کو نہیں ہے رخ میں۔" تائی ماں نے جھنجلا کر ریسیور کو گھورا پھر سامنے بیٹھی عاطفہ کو جو نظریں چُرا کر فوراً سے پیشتر وہاں سے نکل بھاگی۔

"کیا.... کیا کہہ رہی تھیں رخ؟" چچی دھڑکتے دل کے ساتھ بولیں گو کہ لالہ رخ نے جو کچھ کہا' وہ تائی ماں کے چہرے کے زاویوں اور پیشانی پر پڑے آڑے ترچھے بل سے ظاہر ہو چکا تھا۔

"کیا کہے گی وہ' جو امجد نے بھری ہوئی کیسٹ چلائی ہے۔ خدا کی بندی میں عقل نام کو نہیں۔ صبر اور برداشت تو چھو کر نہیں گزرا اس میں بھی۔ لو بھلا آنِ واحد میں یوں رشتے توڑ دیے جاتے ہیں۔ رشتے ناتے نہ ہوئے' کانچ کے برتن ہو گئے ذرا جو ہاتھ سے پھسلے' قصہ ختم۔"

"ہائے اللہ!" مہوش نے دل پر ہاتھ رکھ لیا اور پاندان سے چھالیہ کا اُٹھایا ہوا ٹکڑا واپس ڈال دیا۔

"مگر امی' عاطفہ کا اب اتنا قصور بھی نہیں ہے۔"

"تم چُپ کرو' عاطفہ کا قصور نہیں ہے۔" چچی آپے سے باہر ہو گئیں۔ "اس کا قصور نہیں ہے تو کیا تمہارا اور میرا ہے؟" وہ اُٹھیں اپنی جگہ سے اور تائی ماں کے پاس بیٹھ کر یکدم رو پڑیں۔

ماہم جلدی سے پانی کا گلاس بھر لائی۔ مہوش اُن کے نزدیک بیٹھ کر تسلیاں دینے لگی۔ اِدھر یہ عالم تھا کہ روم جل رہا تھا' نیرو بانسری بجا رہا تھا۔ وہ خس کم جہاں پاک کہہ کر' ہاتھ جھاڑ کر اپنے بیڈ پر دراز آگاتھا کرسٹی کا ناول پڑھ رہی تھی۔ اچانک بے حد نزدیک دھماکا ہوا۔ پہلے تو وہ سمجھی کہ اُس کے ذہن میں ہوا مگر دوسرے پل جب اس کی آنکھوں کے آگے دیوار بنی ناول چھینی گئی اور بے دردی سے دیوار پر ماری گئی اور ساتھ ہی زبردست ہاتھ ران پر پڑا' ٹانگ کے نرم و گداز حصے پر تو گویا شعلہ سا لپک گیا۔ وہ اُچھل کر بیٹھ گئی۔

"عزت خاک میں ملا دی۔ شکل دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا مجھے اور یہاں پاؤں پسار کر عیاشیاں کی جا رہی ہیں' رتی بھر ماں کی پروا نہیں ہے' جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔"

"اوہو' ایسا کیا کر دیا میں نے؟ جس کا قصور ہے اُسے کہئے نا۔" وہ پاؤں سہلاتی اُتر گئی اور جھک کر ناول اُٹھایا۔

"آپ کھائے بلی کو بتائے' واہ کیا بات ہے؟" چچی نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ "انگوٹھی اس کے منہ پر تم نے ماری تھی یا اس نے' بدزبانی اس کے ساتھ تم نے کی تھی یا اس نے؟"

"ہاں' میں نے ماری تھی۔ وہ مجھے کمزور سمجھ کر دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا' میں اسے ناز و ادا دکھاتی پھروں' لڑکیوں کی طرح شرماؤں' گھبراؤں اور اسے دیکھ کر خواہ مخواہ اپنے حواس کھودوں حالانکہ اسے دیکھ کر واقعی میرے حواس مختل ہونے لگتے تھے۔ اتنا ہی چغد تھا' سمجھتا..." اس کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ چچی کا چپل دھاڑ سے اس کے پلٹنے پر کمر پر لگا۔ عمر نے قدم جھٹکے سے پیچھے ہٹا لیے تھے پھر دروازے پر کھڑا ہو گیا۔

"دیکھ رہے ہو اسے' چوری اس پر سینہ زوری۔" چچی اسے دیکھ کر آبدیدہ ہونے لگیں۔

"اچھا ہوا جو ہوا' ہزار درجے بہتر ہوا۔ بچی نہیں ہے میرے پاس رشتوں کی۔" وہ اسے چچی کے کندھے پر ہاتھ

رکھ کر تھپکتے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔ ایک تو ہر کوئی اسے اپنی امی کا حمایتی نظر آتا۔

"ہائے، کاش پاپا ہوتے، کتنا چاہتے تھے وہ اسے۔ بیٹا بیٹا کہتے نہیں تھکتے تھے۔ ایک امی ہیں، میری ذہانت، میرے اندر کی چھپی صلاحیتوں کی قدر ہی نہیں، اکلوتی ہونے کے باوجود یہ عزت افزائی ہے۔"

"ہاں بڑے رشتے ہیں درخت میں لٹکے ہوئے۔ اپنی پسند کا توڑ لینا۔" چچی نے جواباً اسے تیغ صفت نظروں سے گھورا۔ وہ کمرے سے نکل جانے میں ہی عافیت جان کر دروازے کی طرف بڑھی۔

"افسوس رشتہ ٹوٹنے کا اتنا نہیں، جتنا اس بات کا ہے کہ تمہیں ندامت بالکل نہیں۔" وہ دروازے پر پھیل کر کھڑا ہو گیا۔

"کس بات کی ندامت، میں نے کیا غلط کیا ہے؟" وہ بری طرح چیخی تھی۔ جواباً اس نے سر سے پیر تک اسے بغور دیکھا پھر ایک متاسفانہ سی سانس بھری اور سر ہلایا۔

"اسی بات کا افسوس ہے۔ بائی داوے، میں امجد کو غلط بھی نہیں سمجھتا۔ آخر یہ فطری جذبے تھے جن کا وہ اظہار کر گیا۔ جذبات پر تو تمہارا یقین ہے نا اور اظہار کوئی اتنی بری بات بھی نہیں ہے۔ وہ سڑک پر کھڑی کسی کالج گرل سے تو اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنی منگیتر سے ہی کر رہا تھا۔ بے شک کچھ جذباتی زیادہ ہو گیا مگر بہرحال وہ رعایت کا مستحق تھا، اس مس بی ریو کا نہیں۔" اس کے انداز میں فہمائش تھی اور آنکھوں میں ملامتی کاٹ۔

وہ سر جھٹک کر ہنسی۔ "وہ اس سے بھی زیادہ برے رویے کا مستحق تھا سمجھے تم؟"

"تھا۔ اسے ہی شرمانا، گھبرانا چاہیے تھا، تمہاری پرتپش نظروں پر۔ خواہ مخواہ ہی بے چارہ مرد بن رہا تھا، ایک مرد کے سامنے۔" اس کی تمسخرانہ ہنسی اس کی سماعت پر برچھی کی طرح لگی۔ اس نے پلٹ کر ہاتھ میں پکڑا ناول پوری طاقت سے اس کی طرف اچھال دیا۔ مگر وہ سرعت سے جھکائی دے گیا۔ نتیجتاً کتاب لہرا کر دھپ سے گری۔

"میرا خیال ہے، اس میں اگاتھا کرسٹی کا تو کوئی قصور نہیں۔" اس نے احتیاط سے ناول اٹھایا، اس پر ترحم بھری نظریں ڈالیں پھر ناول بغل میں دبا کر چچی کی طرف دیکھے بنا باہر نکل گیا۔

○☆○

امجد والا قصہ ذرا ٹھنڈا پڑا تو نئی افتاد آ پڑی۔ اس کا اپائنٹمنٹ لیٹر آیا تھا اور وہ مارے خوشی کے ناچتی پھر رہی تھی۔

"اب تم نوکری کرو گی، تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا عائظہ!" چچی تو مارے غصے کے لرزنے لگیں۔

"ہاں ظاہر ہے، ہم کسی کے آگے ہاتھ تو نہیں پھیلائیں گے اور پھر مجھے اپنا فیوچر بنانا ہے۔"

"تو ہم کب ہاتھ پھیلاتے رہے ہیں۔ تمہارے باپ کی دکان کا پیسہ آتا ہے، وہ کھاتے ہیں اور پھر تمہارے تایا نے بھی ہمیں غیر سمجھا۔ ارے بیٹی سمجھتے ہیں وہ تمہیں، خدا کے لیے عائظہ رحم کرو، مجھ پر۔ یہ لونڈوں کی طرح تمہارا نوکریاں کرنا مجھے بالکل بھی پسند نہیں۔ لو دیکھو ذرا، فیوچر بنانا ہے۔ کان کھول کر سن لو، تم لڑکی ہو۔ تمہارا فیوچر شادی کرنا، بچے اور گھر سنبھالنا ہے اور کچھ نہیں۔" چچی اپنے تئیں اسے وارننگ دے کر کچن میں چلی گئیں مگر اس پر کب اثر ہوتا تھا۔

تائی ماں کے گھر بھی بالآخر یہ خبر پہنچ گئی۔ تایا ابو سخت خفا ہونے لگے مگر عتاب چچی پر ہی اترا۔ وہ تو جھلک تک دکھانے نہ آئی۔ تائی ماں الگ چچی کو ہی سنانے لگیں۔

"چچی، آپ نے تو واقعی چوڑیاں پہن لی ہیں۔" ماہم کو شرارت سوجھ رہی تھی۔ "تھوڑی چوڑیاں اسے بھی پہنا دیں تو اچھا ہے۔"

"چپ کرو تم دونوں، دفع ہو یہاں سے۔" تائی ماں نے بیٹیوں کو کڑی نظروں سے گھورا تو دونوں فوراً ہی وہاں سے کھسک کر لابی میں آ کر بیٹھ گئیں۔ اور عائظہ کے اس نئے کارنامے پر تبصرہ کرنے لگیں۔

"ویسے یار، ہے بڑی مضبوط قوت ارادی کی مالک، جو کہتی ہے، کر گزرتی ہے۔ چچا جان اسے بیٹا بیٹا کہتے

رہے تھے 'واقعی بیٹا بن کر دکھا رہی ہے۔"

"وہ تب کی بات تھی 'جب وہ بچی تھی۔ چچا جان اس وقت زندہ ہوتے تو کم از کم اسے اب بیٹا نہ کہتے 'نہ اس کا یہ رنگ وروپ قبول کرتے۔" مہوش کو ماہم کا توصیفی انداز بالکل بھی نہ بھایا۔

"ہاں 'یہ تو ہے۔ بس شرٹ پینٹ اور بال کٹوانے کی کسر رہ گئی ہے۔ ہائے امجد بھائی بے چارے 'کس پتھر سے سر پھوڑتے پھوڑتے زخمی ہوئے۔" ماہم کھلکھلانے لگی۔ مگر مہوش کی تیز نظروں پر کھسیا کر ہنسی دبا کر ریموٹ سے چینل چینج کرنے لگی۔

اس پر کسی کی ناراضگی اور غصے کا اثر نہ ہوا تھا۔ وہ باقاعدہ جاب پر جانے لگی۔

اس روز بھی خراماں خراماں آفس کے لیے نکلی کہ عمر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

صبح کا خنک اور چھبتا موسم اپنی جولانی پر تھا مگر اسے دیکھ کر اس کا موڈ خاک ہو گیا۔ کچھ خوش گوار موڈ اس طرف بھی نہیں تھا۔ چہرے کے زاویوں سے ترشی اور خفگی نمایاں تھی۔

"تم ہاشم ہمدانی کے آفس میں کام کرتی ہو نا؟" اس نے ایک تیکھی سی نظر ڈال کر پوچھا۔ سبز کاٹن کے سفید فرانس لیس کے سوٹ میں وہ نکھری نکھری بہار کا حصہ ہی معلوم ہو رہی تھی۔

"ہاں!" اس کی معلومات پر وہ جھجکی 'تاہم حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

"جانتی ہو 'وہ کس قسم کا آدمی ہے اور اس کے آفس کا ماحول کیسا ہے؟" وہ یکدم بم کی طرح پھٹا۔ لحظہ بھر کو وہ بھی سہم کر پیچھے ہٹی مگر دوسرے پل اس کی فطری رعونت عود آئی۔

آج پہلی بار نہیں جا رہی ہوں 'کئی دنوں سے جا رہی ہوں اور بالکل مطمئن ہوں۔"

"چند دنوں میں کچھ بھی واضح نہیں ہوتا۔ کسی کے چہرے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ اچھا آدمی ہے یا برا۔ اس کی ریپوٹیشن بہت بری ہے۔"

"عمر صاحب! آپ کو اتنی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کوئی بے وقوف 'جاہل 'کمزور اور دبو سی لڑکی نہیں ہوں کہ مجھ پر کچھ بھی واضح نہ ہو۔"

"مگر ہو تو لڑکی نا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر استہزائیہ ہنسا۔ پھر اس کی طرف دو قدم بڑھائے۔ "یہ مت بھولو کہ مضبوط سے مضبوط عورت بھی اندر سے کمزور ہوتی ہے۔ سنا نہیں تم نے شاید کہ" وہ لحظہ بھر رُکا پھر قدرے مربیانہ انداز میں بولا۔ "کسی سیانے نے کہا ہے کہ چڑیا اُڑتے ہوئے بھی بزدل ہوتی ہے اور عقاب عالم سکرات میں بھی گردن اونچی کیے ہوتا ہے 'اس کا مطلب سمجھتی ہو؟" وہ اس کی سمت جھکا 'آنکھوں کو ہلکی سی جنبش دی گویا اس کا مذاق اُڑا رہا ہو۔

وہ اس کے قد سے اتنا زیادہ اونچا نہ ہوتا تو شاید وہ اس کا منہ نوچ لیتی۔ بڑی مشکل سے اپنی اس خواہش کو دبا کر ہلکے سے ہنسی۔

"کہنے والے نے ٹھیک کہا یا غلط مگر بہرحال یہ مجھ پر فٹ نہیں آتا۔ میں وہ عورت نہیں ہوں جو پَر اور پرواز ہونے کے باوجود چڑیا کی طرح بزدل رہوں۔۔۔ میں۔۔۔" وہ یکدم بولتے بولتے رُک گئی۔ وہ دو قدم مزید آگے آیا اور یوں اس کے بے حد نزدیک چلا آیا کہ اس کی مخصوص پرفیوم کی مہک سیدھی اس کی ناک کے اندر گھسنے لگی۔

"ہاں 'تو تم کہہ رہی تھیں بلکہ یہ دعویٰ کر رہی تھیں کہ تم وہ عورت نہیں ہو جو جذبات رکھتی ہے اور چڑیا کی طرح۔" اس نے ناریل کے تنے پر ہاتھ اونچا کر کے ٹکا دیا اس طرح کہ وہ اس کے گھیرے میں آگئی۔

"پتا نہیں 'اس کا انداز نیا تھا یا لہجہ۔ وہ پلکیں جھپک کر اس کی طرف تکنے لگی مگر دوسرے ہی پل نظریں جھکانے پر مجبور ہو گئی۔ وہاں بھرپور شدتوں کے ساتھ جائزہ لیتی دو خوش نما آنکھیں از حد پُرسکون انداز میں تمسخر اُڑاتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کی پیشانی جل اٹھی۔

"راستہ چھوڑو میرا 'مجھے کچھ نہیں کہنا۔"

"تم کتنی مضبوط ہو۔ ذرا عملاً مظاہرہ تو کر کے دکھاؤ۔" اس نے اچانک اس کی کلائی پکڑ کر ہلکا سا جھٹکا دے کر اسے خود سے قریب کیا۔

ہزار پتھر تھے جو اُس کے اعصاب پر لڑھک گئے۔ لمحہ بھر تو وہ سمجھ ہی نہ پائی مگر اسے لگا وہ جلتے شعلوں میں دھکیل دی گئی ہو۔ پورے جسم میں شرارے لپکتے محسوس ہونے لگے۔ کلائی پر آگ دہکتی محسوس ہوئی۔ چہرہ اٹھا کر طیش کے عالم میں اس کی طرف دیکھا جو بھرپور نظروں سے اسے دیکھتا ہوا گویا چیلنج کر رہا تھا۔ اس استہزا بھری مذاق اُڑاتی، چیلنج کرتی نظروں نے اس کے اندر ابھل مچادی۔

"اپنی حد میں رہو عمر!" اس نے سختی اور تیزی سے اس کی گرفت سے ہاتھ کھینچنا چاہا۔ "میں، اس بے تکلفی کی اجازت ہرگز نہیں دیتی۔" وہ بولی تو لہجے میں چنگاریاں چیخ رہی تھیں مگر وہاں ہنوز اتھاہ سکون تھا۔

وہ ہلکے سے مسکرایا "تو میں کب اجازت مانگ رہا ہوں۔ اجازت تو وہاں مانگتے ہیں جہاں مروت ہو، اپنائیت ہو، رواداری ہو اور محبت ہو۔ یہاں تو محبت کا سوال ہی نہیں ہے، زور و جبر اور مقابلہ ہے۔" اطمینان بھرا یہ جواب عاظمہ کو سلگتی لکڑی کی طرح چٹخا گیا۔ اس نے کھولتی نظروں سے اس کی شکل دیکھی۔ اس پر جھنجلاہٹ اور وحشت نے یکلخت حملہ کردیا۔ وہ اونچا لمبا، کسی چٹان کی طرح اس کے سامنے ایستادہ تھا۔ وہ اسے دھکیل بھی نہیں سکتی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی گرفت سے بھی اپنی کلائی تک نہیں چھڑا پارہی تھی، یہ بے بسی اس کے غصے کو نقطۂ اشتعال پر لے آئی۔

"میں شور مچادوں گی، ہاتھ چھوڑو میرا تم۔ تم اتنے گھٹیا کمینے ہوگے، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ چھوڑو ہاتھ میرا۔"

"شور.... بزدل اور کم ہمت لوگ مچاتے ہیں۔ فائٹ کرو عاظمہ فائٹ جو بہادر، جری اور باشعور لوگ کرتے ہیں، تم بھی انہی میں سے ہونا۔" وہ بڑے دلنشین انداز میں مسکرایا اور قدرے مہربانہ انداز میں یوں پچکارا جیسے بچے کو پچکارتے ہیں۔

دکھ، خجالت اور بے بسی نے اسے جیسے اندر سے بری طرح کاٹ ڈالا۔ اس شخص کا جرأت آمیز رویّہ، اس کا طنز، اس کی ہنسی آگ کی بنی گولیوں کی طرح اس کی روح میں تراتر اُتر رہی تھیں۔ اس پر عجیب والہانہ اور شوخ نگاہیں۔ وہ بُری طرح ہرٹ ہوئی تھی۔

شاید وہ بے بسی کی آخری نہج پر پہنچ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں لپکتے شعلوں کی جگہ ہلکی ہلکی نمی اتر آئی تھی، تب اس نے اس کی کلائی چھوڑ کر اسے دھکا دیا تو وہ دیوار سے جا لگی۔ کھُردری دیوار پشت کی نازک سی کھال پر تلوار کی طرح لگی۔ وہ کراہ کر رہ گئی۔ وہ دیوار پر ہاتھ رکھے اس پر جُھکا کھڑا رہا تھا۔

"تم بہت خوبصورت ہو عاظمہ! اتنی کہ میرا دل چاہتا ہے تمہیں...." وہ ایک ہلکی سی سانس بھر کر جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کی آنکھوں کی وارفتگی، اس کی سانس کا مطلب سمجھ کر چلائی۔

"خبردار، جو مجھے ہاتھ لگایا تو...."

وہ بے اختیار ہنسا اور اس کے چہرے پر جھولتی معطر لٹ کو پکڑ کر ہولے سے کھینچا۔ تپا تپا ہوش ربا حسن قیامت بن کر گویا اس کے دل میں طوفان لے آیا۔ وہ جس تیزی سے جھکا تھا، اس سے کہیں زیادہ سرعت سے پیچھے ہٹا۔

ادھر اس کی قربت اس کی پُرشوق نگاہوں کی لپک اس کے دل کو وحشت زدہ کر گئی۔ وہ مفلوج پرندے کی طرح اندر ہی اندر پھڑپھڑا کر رہ گئی۔

"تم کچھ نہیں کرسکتیں۔ یاد رکھنا، تم کچھ نہیں کرسکتیں اس لیے نہیں کہ تم عورت ہو بلکہ اس لیے کہ تم عزت کے شیشے دان میں مقید نوخیز پھول ہو جو غلط ہاتھوں کی ذرا سی ٹھیس پر کرچی کرچی ہوسکتا ہے۔" وہ اب اسے نہیں، دیوار سے لپٹی چنبیلی کی باڑھ کو تک رہا تھا پھر اس طرف دیکھ کر ایک قدم بڑھا کر وہ دیوار سے مزید چپک گئی۔ دوسرے پل اس کے خوف سے بند ہوتے سینے سے ایک دبی دبی سانس خارج ہوگئی۔ وہ پورچ کی طرف نکل گیا تھا۔

وہ کچھ دیر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے اوجھل ہوتا دیکھتی رہی۔ اس کا دل یکلخت حسیات کی زد میں آکر ریزہ ریزہ ہوگیا۔ بے اختیار وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپ کر رو دی۔

ایک عجیب سی آگ میں اسے اپنا پورا وجود جزو جز جلتا محسوس ہو رہا تھا۔ اپنی بے بسی کا تماشا خون کے آنسو رلا رہا تھا۔ کیا 'کیا چاہ رہا تھا وہ۔ کیوں اس نے ایسا کیا' اس کے ساتھ۔ اسے پسپا کر کے اپنی انا کی تسکین چاہ رہا تھا یا اسے کمزور بتا کر اپنی مردانگی کا زور دکھا رہا تھا۔

"کمینہ" وہ بچوں کی طرح اور بھی زور و شور سے رونے لگی۔

گاڑی میں اے سی فل کرنے کے باوجود اسے لگ رہا تھا' جیسے بدن کے ہر مسام سے آگ پھوٹ رہی ہو' کنپٹیوں پر' آنکھوں کی پتلیوں پر' سینے میں' ہر جگہ۔ بالکل بے ارادہ اس سے یہ حرکت سرزد ہو چکی تھی۔ اس نے تو محض اسے ڈرانے' دھمکانے اور دبانے کے لیے اس کا راستہ روکا تھا۔ اتنے سالوں میں آج تک کبھی کسی لڑکی کو چھوا تک نہیں تھا پھر یہ.... یہ کیا کر دیا اس نے۔

آفس جانے کے بجائے بے ارادہ گاڑی سڑکوں پر بھگاتے ہوئے وہ خود کو ملامت کر رہا تھا۔ عاظمہ کی متوحش نگاہیں ذہن کی سطح پر بار بار آ رہی تھیں۔ بے ساختہ اسے ہنسی آ گئی۔ جیسے بھرے ہوئے غبارے میں ہلکی سی سوئی چبھو دی جائے اور ساری ہوا پھڑک سے نکل جائے۔ اسے عاظمہ بھی ایسا ہی غبارہ لگی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا' اتنا اچھا بھی نہیں ہوا کہ وہ یوں ہنسے۔ اس نے بیک ویو مرر سیٹ کرتے ہوئے اپنی شکل دیکھ کر خود کو سرزنش کی۔

تاہم دل کے اندر کہیں اس کی پھیکی' روتی' بے بس صورت ہلکورے لے کر چٹکیاں سی بھر رہی تھی۔

○☆○

رات بھر جاگنے کی وجہ سے صبح دیر سے آنکھ کھلی تو وہ افراتفری میں تیار ہونے لگی۔ پراٹھا ایک طرف رکھا اور صرف چائے کا مگ اٹھا کر پینے لگی۔

"عاظمہ! عمر بتا رہا تھا' تم جس آفس میں جاتی ہو' وہاں کا ماحول کچھ اچھا نہیں ہے۔" وہ چچی کی آواز پر اپنے شولڈر بیگ کی زپ کھولتے کھولتے چونکی پھر سر اٹھا کر ان کا چہرہ دیکھا جہاں فکر' تردد' تشویش' پریشانی' سبھی کچھ رقم تھا۔ عمر کے خلاف غصے' نفرت کی تیز لہر اس کے اندر سے اٹھی مگر اندر ہی دم توڑ گئی۔ اس نے ایک گہری سانس بھر کر زپ زور سے بند کی۔

"مجھے وہاں جاتے ہوئے پورا ہفتہ تو ہو گیا ہے' مجھے تو وہاں کے ماحول میں کوئی برائی نظر نہیں آئی۔"

"مگر وہ تو۔"

"اس کی چھوڑیے۔ میں جو کہہ رہی ہوں نا۔" اس نے جلبلا کر مگ ٹیبل پر پٹخا پھر غصے کے ابال کو دبا کر ہلکے سے مسکرائی۔

"کس کی ہمت ہے جو مجھ پر میلی نظر بھی ڈالے۔ آنکھیں نکال کر اس کی ہتھیلی پر سجا دوں گی۔ میں عاظمہ جہانزیب ہوں' جہانزیب خان کی بیٹی ہوں' اتنی کمزور نہیں ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے چور نظروں سے داخلی دروازے کی طرف دیکھا' کہیں عمر چلا تو نہیں آ رہا پھر مطمئن ہو کر زور سے ہنسی اور اٹھ کر چچی کے کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر بولی۔

"آپ فکر مند نہ ہوا کیجیے۔" وہ برش اٹھا کر بالوں میں پھیرتے ہوئے دیوار گیر آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"فکر مند کیسے نہ ہوں' تم میری کسی بات کو سمجھتی ہی نہیں ہو۔ ہم نے تو جیسے دھوپ میں سفید کیے ہیں' اپنے بال!" ایک متاسفانہ سانس چچی کے لبوں سے نکل گئی۔

"میں کب کہتی ہوں' آپ نے بال دھوپ میں سفید کیے ہیں۔ آپ کے بال سفید ہیں ہی کہاں' چند ایک ہی تو ہیں۔"

"ہر بات مذاق میں اڑا دیتی ہو۔" چچی نے خفگی سے اسے گھورا۔

"اوہو' کہہ تو رہی ہوں' وہاں کا ماحول بہت اچھا ہے اور مجھے ماحول سے کیا لینا دینا' میرا بال بھی کوئی بیکا نہیں کر سکتا۔ ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں میں' اگر خود کو مرد کہتی ہوں تو سمجھتی بھی ہوں اور ٹھیک سمجھتی ہوں' میری طرف غلط نگاہ اٹھانے والا..." اس کے باقی الفاظ اس کے حلق میں کسی پھانس کی طرح اٹک گئے۔

بڑے سے گول گولڈن فریم کے آئینے میں داخلی دروازہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہیں اچانک اس کا سراپا آ کر ٹھہر گیا تھا۔

عجیب تمسخرانہ مسکراہٹ اس کے لبوں کے گوشوں میں تھی اور کچھ ایسی ہی آنکھوں میں بھی تھرک رہی تھی یا اسے ہی محسوس ہوئی۔

یکلخت اس نے چہرہ جھکالیا اور اپنے بکھرتے اعتماد کو سمیٹنے کے لیے زور زور سے برش پھیرنے لگی پھر ہیر بینڈ سے سارے بال جکڑ کر ٹیبل سے اپنا چائے کا مگ اُٹھا کر کچن میں چلی آئی۔

"تم ہی سمجھاؤ عمر اسے۔ اس کی عقل میں تو کوئی بات بیٹھتی ہی نہیں ہے۔" چچی افسردگی سے بولیں۔ وہ صوفے پر چچی کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ اُن کی بات پر ایک طویل قسم کی ٹھنڈی سانس اس کے لبوں کے درمیان سے نکل گئی۔

"سمجھایا اسے جاتا ہے چچی خانم' جو سمجھنا چاہے۔ یوں بھی کہتے ہیں کہ نصیحت شاذ و نادر ہی مانی جاتی ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جو لوگ نصیحت کے زیادہ طالب ہوتے ہیں' انہی پر نصیحت گراں گزرتی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ایک اور سانس بھری اور کچن میں پیچ و تاب کھاتی عائطہ کا دل چاہا' پوری کیتلی اس کے سر پر دے مارے۔

"ارے ہاں چچی! اچھا ہے' کل کیا ہوا؟" اس کی آواز اُبھری اور اِدھر اس کے ہاتھ لرز گئے۔ وہ جھٹکے سے چونکی ے اُٹھی از رچائے۔ لبالب بھرا مگ چھناکے سے زمین بوس ہوگیا۔ جھنجھناتے چینی کے کپ کی مدھم موسیقی چچی کی سماعت سے ٹکرائی اور وہ بیٹھے بیٹھے کچن کی طرف پلٹیں۔

"اب سارا غصہ برتنوں پر ہی اُتارنا' تمہیں تو کوئی کچھ کہے بھی نہیں!"

"اوہو' کوئی غصہ نہیں اُتار رہی' وہ تو ہاتھ گیلے ہونے کی وجہ سے پھسل گیا!" وہ اندر سے منمنائی' چچی ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

"چلیں چھوڑیں۔ ہوجاتا ہے کبھی' انسان کسی خیال' کسی سوچ میں گم ہوجاتا ہے اچانک سے یا کسی واقعے کی یاد تازہ ہوجاتی ہے تو یکسر وہ اپنے اردگرد سے بے گانہ ہوجاتا ہے اور ایسا کچھ سرزد ہوجاتا ہے۔" وہ بظاہر چچی کو ٹھنڈا کر رہا تھا مگر وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ درپردہ اسے سنا رہا ہے' اس کا تمسخر اُڑا رہا ہے' اسے بہت کچھ جتا رہا ہے۔

"اونہہ کمینہ!" وہ کھولتی باہر نکلی تو وہ فریج کھول کر ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال رہا تھا۔ اس نے فوراً نظریں پھیر لیں۔

"ٹھنڈا پانی پئیں گی چچی خانم!" وہ ہونٹوں پر اُمڈنے والی مسکراہٹ دبا کر بوتل اونچی کرکے بظاہر چچی سے پوچھ رہا تھا۔

اس نے مزید ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنا شولڈر بیگ اُٹھاتی باہر نکل گئی۔ اس کی ہنسی اسے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے سنائی دی۔ پورے بدن میں جلن ہورہی تھی۔ بس میں بھی سارا راستہ اس کے دماغ پر اس ناخوشگوار واقعے کا اثر چھایا رہا حتیٰ کہ آفس میں آکر بھی کوئی کام ڈھنگ سے نہیں ہو پارہا تھا۔ عجیب سی لپٹیں دماغ سے اُٹھ رہی تھیں۔ کبھی گزرے کل کا واقعہ یاد آجاتا۔ اس کی وہ جرأت مندانہ حرکت اور آج صبح کی بدتمیزی۔ مصیبت ساری یہ تھی کہ ہر واقعے کا احساس اس کے حواسوں پر دیر تک قائم رہتا تھا اور یہ واقعہ بھلا دینے والا ابھی نہیں تھا۔

رات بھر وہ اپنی بے بسی اور شکست پر تڑپتی رہی تھی۔ عمر نے جس طرح اس کی بے بسی کا تماشا بنا کر فائدہ اُٹھایا تھا' اس کا احساس ابھی تک اس کی روح کو تپا رہا تھا۔

وہ ٹائپ رائٹر پر انگلیاں مارتی رہی' پھر ٹائپنگ مشین ایک طرف دھکیل کر کاغذات کے پلندے اِدھر سے اُدھر کرتے ہوئے بھی آخر واپس اسی جگہ پہنچ کر خود کو سرزنش کرنے لگی۔ پورا گھنٹا بھر ہوچکا تھا اور کوئی کام اس نے ڈھنگ سے نہیں کیا تھا بلکہ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ شروع ہی نہیں کیا تھا۔

"کیا بات ہے مس عائطہ!" ہاشم ہمدانی کی آواز بے حد قریب سے سنائی دی۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے گہری گہری سانسیں بھرتے ہوئے بوکھلا کر سیدھی ہوئی پھر جھٹکے سے کرسی دھکیل کر کھڑی ہوگئی۔ مگر ہاشم

صاحب نے اسے اشارے سے واپس بیٹھ جانے کو کہا پھر اس میز کی سطح پر ہتھیلیاں ٹکا کر اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولے۔

"آپ شاید اپ سیٹ ہیں' میں دیکھ رہا ہوں' کب سے آپ کو۔ کچھ اُلجھی اُلجھی معلوم ہو رہی ہیں آپ۔" ان کا انداز بڑا دوستانہ سا تھا۔ اس نے جھینپ کر بڑے بڑے شیشوں والی کھڑکی کو کن انکھیوں سے دیکھا جو ہاشم ہمدانی اور اس کے کمرے کے درمیان تھی۔ "اینی پرابلم؟"

"نو... نو سر! وہ بس یونہی' سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' کون سا کام پہلے شروع کروں' کون سا بعد میں۔"

"چلیں چھوڑیں' کام تو ہوتے رہیں گے۔ آپ ادھر میرے کمرے میں آ جائیے۔ مس زوناش تو لیو پر ہیں' آپ ہی میری کچھ ہیلپ کر دیجئے۔"

وہ سرعت سے کرسی سے اُٹھی اور ڈائری پین پکڑ کر اُن کے پیچھے چل دی۔

"مس زوناش تو تین دن کی لیو پر ہے نا سر!" وہ کرسی سنبھال کر اب اپنا اعتماد بحال کر چکی تھی۔ ہاشم صاحب نے اپنی ریوالونگ چیئر پر گھومتے ہوئے سر ہلا دیا پھر پیپر ویٹ پر انگلیاں پھیرتے ہوئے اُس کی طرف بہ نظرِ غور دیکھا۔

"مس زوناش تو ایک ماہ کے بعد مستقل جا رہی ہیں یہاں سے۔ امریکا سیٹل ہو رہی ہیں وہ۔"

"اوہ!" وہ بے اختیار ہلکی سانس بھر کر رہ گئی۔

"میں چاہتا ہوں عاطفہ کہ زوناش کی جگہ آپ آ جائیں مستقلاً۔" ہاشم ہمدانی نے یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لیا۔ جہاں ترقی ہو جانے کی اس نوید پر اُجالا سا بکھر آیا تھا۔

"م... میں سر!" اس نے جیسے تصدیق چاہی۔

"اف زوناش جتنی تنخواہ ہو جائے گی میری اور کام کا بوجھ بھی کم۔" اس کا ذہن فوراً ہی اندازے لگانے لگا۔ (عمر تو جل کر راکھ ہو جائے گا) اس کا دل مارے خوشی کے بھنگڑا ڈالنے لگا۔

"بالکل' اسی خوشی میں مجھے تم ایک کپ اپنے ہاتھوں سے چائے کا بنا کر پلاؤ۔" ہاشم صاحب نے گھنٹی بجا کر ملازم کو چائے کا آرڈر دیا پھر اپنی کرسی سے اُٹھ کر ٹہلنے لگے تھے۔

"تم سے میں خاصا مطمئن ہوں' تم زوناش سے کہیں زیادہ محنتی اور ذہین لڑکی ہو۔" وہ ٹہلتا ہوا اُس کی کرسی کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ کسی مہنگے پرفیوم کی مدھم مدھم خوشبو عاطفہ کے اردگرد بکھر گئی۔ لحظہ بھر کو اس کا دل کچھ بے ترتیب ہوا' تاہم اپنے اعتماد کا سہارا لے کر اس نے رخ اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا پھر سر جھکا دیا۔

"تھینک یو سر!"

ملازم چائے کی ٹرالی رکھ کر جا چکا تھا۔ وہ جلدی جلدی چائے بنانے لگی۔ اس کا ذہن و دل اس خوش خبری پر لپک جھپک رہا تھا' وہ جھٹ پٹ اس کمرے سے جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ کر بھرپور انداز میں مسرور ہونا چاہ رہی تھی۔

"اپنے لیے بھی بنا لو' میں اکیلا پینے کا عادی نہیں ہوں۔" اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ تھامتے ہوئے ہاشم ہمدانی نے کہا۔ اس کے انداز میں اپنائیت تھی۔ وہ مسکرائی۔

"نو تھینک سر۔ میں اس وقت چائے نہیں پیتی بلکہ میں چائے بہت کم پیتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے' آج پی لینے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔ خاص کر میرے ساتھ پینے میں' تم لطف اُٹھاؤ گی۔"

وہ ذرا سا چونکی۔ ہاشم ہمدانی کے لہجے اور آنکھوں میں کچھ نیا نیا سا تاثر تھا۔ مگر دوسرے پل وہ اپنا وہم سمجھ کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"سوری سر! میں چائے ہمیشہ تنہا پیتی ہوں' آپ مائنڈ مت کیجئے گا۔" اس نے شاید محسوس ہی نہیں کیا کہ ہاشم صاحب کے چہرے' آنکھوں اور لبوں پر چسپاں مسکراہٹ یکدم ہی گم ہو گئی تھی۔

"اوکے' آپ جا سکتی ہیں' کوئی کام ہوا تو میں آپ کو بلا لوں گا۔" وہ چیئر پر بیٹھے بیٹھے دوسری سمت گھوم گئے اور چائے کی چسکیاں بھرنے لگے۔ وہ ان کا حکم سنتے ہی اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

ابھی اس نے کسی کو یہ خبر نہیں سنائی تھی کہ اس کی

ترقی ہو رہی ہے۔ چونکہ ابھی زوناش کے جانے میں ایک مہینہ تھا اور مہینہ بھر میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

دوسرے روز وہ آفس آئی تو اس نے محسوس کیا کہ ہاشم صاحب کا رویہ قدرے اکھڑا اکھڑا تھا۔

زوناش اپنی سیٹ پر واپس آگئی تھی۔ بلیک رنگ کے ہاف سلیوز کے بے حد ٹائٹ فٹنگ کے شرٹ میں اس کا سراپا عموماً دعوتِ نظارہ دیتا رہتا تھا۔ زلفیں شانوں پر لہرا رہی تھیں۔ بیچ کی گئی سنہری میک اپ میں وہ بات بات پر قہقہے بکھیرتی آفس میں گویا میچنگ جیولری اور تیز رونق بڑھا رہی تھی۔

اسے زوناش سے کوئی ذاتی بیر نہ تھا بس وہ اس کے انداز و اطوار سے نالاں رہتی تھی۔ وہ ہر کسی کے ساتھ چائے پینے نکل جاتی، ہر کسی کی آفر پر اس کے لنچ میں شامل ہو جاتی۔ اپنا لنچ وہ لاتی ہی نہیں تھی۔ شاید اس لیے کہ یہاں اس کے قدر دانوں، مہمانوں اور میزبانوں کی کمی نہیں تھی۔

شروع شروع میں اس کی میز پر بھی آفس کا ایک اپ ٹوڈیٹ قسم کا لڑکا چلا آیا تھا۔ لبوں سے مسکراہٹ کی بجلیاں گراتا۔ اس نے ٹائپ رائٹر پر انگلیاں کھٹا کھٹ کرتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا، دیکھنے کے انداز میں حوصلہ افزا تاثر ہرگز بھی نہیں تھا مگر وہ اس سے شاید بے نیاز تھا۔

"یہ ہاشم صاحب، آپ کو کچھ زیادہ کام نہیں دے دیتے۔ میرا خیال ہے، یہ تو آپ پر ظلم ہے، آپ کی انگلیاں بھی تو تھک جاتی ہوں گی۔" اس کی نظریں اس کی لمبی لمبی سبک انگلیوں پر آکر جم گئیں۔ "خیر چھوڑیں، مجھے نعیم کہتے ہیں۔ میں اسی ساتھ والے کمرے میں ہوتا ہوں۔ یوں تو یہاں بھی کام ہے میرا۔"

"یہ آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔" اس نے ٹائپ مشین سے کاغذ کھینچا اور اسے قطعی غیر اہم سمجھ کر کاغذ پر نظریں دوڑانے لگی۔ وہ پہلے تو سٹپٹایا پھر مسکرانے لگا۔

"کیا میں اور آپ اچھے دوست نہیں بن سکتے؟"

اس کے دماغ میں چھناکا سا ہوا۔

"جی!"

"دراصل آپ، آپ نئی نئی آئی ہیں یہاں،" سو آپ کو چائے تو پلانی چاہیے۔" "آخر آپ جو نیئر ہیں۔"

"یہ آپ پر میری چائے کب سے فرض ہو گئی ہے،" اس نے بھنویں اچکا کر اسے سر سے پیر تک تند نظروں سے گھورا۔

وہ ہولے سے مسکرایا۔ "فرض نہیں، قرض ہو گیا ہے جناب!" اس کا انداز شرارت آمیز تھا۔ اسے بُری طرح تپ چڑھ گئی۔ وہ جس انداز سے گھور رہا تھا اس کی برداشت سے باہر تھا۔

"مسٹر نعیم صاحب، گیٹ آؤٹ ہو جائیے یہاں سے۔"

"جی!" وہ ہکا بکا رہ گیا۔

"آئی سے گیٹ آؤٹ! آپ شاید غلط جگہ نزاکی کر رہے ہیں۔ سوری رانگ نمبر!" وہ اپنے لہجے کی تلخی کسی طور پر دبا نہ سکی تھی۔ وہ یوں کرسی سے اٹھا جیسے کرسی پر کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

گھر آکر وہ اس واقعے کو یاد کر کے خوب ہنسی تھی۔ ماہم اور سوش کو بھی سنایا۔

"تیری ہمت ہے عاظمہ، مجھے تو ایسے فضول سے مردوں کو دیکھ کر ہی کچھ ہونے لگتا ہے۔" ماہم بولی۔

"بھئی، کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، جب تک ہم موقع نہ دیں۔" وہ کشن سے کھیلتے ہوئے بے پروائی سے بولی۔

"تمہارے خیال میں اتنی لڑکیاں اغوا ہو جاتی ہیں، اتنی ریپ ہوتی ہیں۔ مردوں کے ظلم کا نشانہ بنتی ہیں، وہ سب خود موقع دیتی ہیں۔" اندر آتے عمر نے ہمیشہ کی طرح جرح کی۔ "تمہاری کلاس اتنی ہی پست ہے کیا۔" مزید جملہ اسے تپانے کو بولا تھا اور یہی ہوا۔

"جی نہیں، ایسی صرف چند فیصد ہیں۔ آٹے میں نمک کے برابر جو تمہاری صنف کے آگے بچھ بچھ جاتی ہیں، اپنا آپ بے توقیر کرتی ہیں۔"

"تو پھر یہی بات ہوئی نا کہ عورت کو ہر قدم احتیاط سے اٹھانا چاہیے کہ دنیا بہر حال مردوں کی ہے اور ہماری صنف تو ہے ہی بدنام!" وہ ایک ابرو کو جنبش دے کر بلکے سے مسکرایا تھا۔ وہ مزید بحث کیے بنا جھٹکے سے قالین سے

اُٹھ کر لابی سے نکل گئی۔

اس کے بعد سے عموماً وہ اپنے آفس کے قصے سنانے سے کتراتی تھی۔ پتا نہیں لاشعوری طور پر اُس سے دب گئی تھی 'پھر اپنی صنف پر پردہ ڈالنا مقصود تھا۔

اور پھر اس واقعے کے بعد سے تو وہ اپنی مردانگی و بہادری کے قصے سنانے سے بھی گریز کرتی۔ اس روز کا خیال آجاتا تو اب بھی اس کی اتنی قربت 'اس کے بدن میں جھرجھری بھر دیتی۔ اس کا دل بے ترتیب سا ہو جاتا۔ وہ اس واقعے کا تاثر ذہن سے جھٹکنے کے لیے دس کام نکال کر بیٹھ جاتی۔

اس روز بھی وہ آفس کا کام لے بیٹھی تھی کہ ماہم چہکتی ہوئی اس کے پاس بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

"حائمہ تجھے امجد بھائی بُرے لگتے تھے نا" وہ اس کی فائل پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تو اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر دوبارہ سر جھکالیا۔

"وہ بے چارہ تو خیر کیا بُرا تھا۔ بہرحال اس کی دعائیں سخت بُری تھیں۔" اس کا لہجہ سرسری تھا۔ دراصل اس کی توجہ اب بھی اپنے کام پر تھی۔

"کیا۔ کیا تمہیں امجد بھائی سے اب بھی...؟" ماہم نے کچھ کہنا چاہا۔ اس نے بھویں اُچکا کر اسے گھورا پھر زور سے ہنس پڑی۔

"تمہیں میں اتنی احمق نظر آتی ہوں۔ اب بھی اُن سے کیا مطلب ہے۔ اب بھی وہ میرے سامنے آئے نا تو میں سو جوتے لگاؤں گی۔ سوری 'ویسے تو مجھے ایسا کہنا نہیں چاہیے تھا کہ وہ تمہارا کزن ہے اور سنا ہے 'اپنی مہوش کے لیے تمہاری خالہ نے بات کی ہے۔"

"وہ تو خیر 'ابھی سوچ بچار ہو رہا ہے" ماہم نے بے پروائی سے کندھے اچکائے اور اس کے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"سوچنا کیا ہے 'اچھا خاصا بندہ ہے اور اپنی مہوش تو جذبات سے پُر ہے 'اسے تو شرمانا گھبرانا خوب آتا ہے۔" اس کے لہجے اور انداز میں شرارت تھی۔ ماہم بھی محظوظ ہو کر ہنس پڑی پھر اسے معنی خیز تبسم سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"جذبات تو ہر انسان کے دل میں ہوتے ہیں 'جذبے سے خالی کون ہوتا ہے 'جذبے اور احساسات نہ ہوں تو دل خالی مکان ہوتا ہے۔ ہم ہر کام ہر کسی نہ کسی جذبے کے تحت ہی تو کرتے ہیں نا۔"

"اں آ... کیا بات ہے 'جذبوں پر ریسرچ کی ہے یا کوئی تازہ تازہ کتاب پڑھ کر آئی ہو ابھی" وہ بے اختیار ہنسی اور بال پوائنٹ اس کی ناک پر چبھودی۔

"تمہارا بھی حال مہوش سے مختلف نہیں 'اس کا مطلب ہے۔"

"بہت فضول لڑکی ہو تم" وہ جھینپ گئی پھر وہی پین اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر بولی "تمہارا حال بھی عن قریب ایسا ہو جائے گا 'جب تم عمر بھائی کے نام کی انگوٹھی پہنو گی" ماہم شاید مزید یہ خبر چھپا نہ سکی۔

اسے زوردار جھٹکا لگا تھا۔ اس نے بہ نظر غور ماہم کو دیکھا جو معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی پھر اس کی یہ مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی 'وہ سہلانے لگی۔

"جی جناب! عمر بھائی کی خواہش کو امی ابو تو سر آنکھوں پر رکھ رہے ہیں اور چچی تو شاید سو نفل مانیں گی کہ ان کی مردمار بیٹی کو کوئی نکیل ڈال دے۔"

اس دھچکے نے اسے کتنی دیر کسی بھی ردعمل کے اظہار سے باز رکھا۔ وہ ایک ٹک ماہم کی طرف یوں دیکھ رہی تھی 'جیسے وہ اسے کسی نئی دنیا کی خبر دے رہی ہو۔ کوئی حیرت انگیز کہانی سنا رہی ہو مگر جونہی ماہم نے اس کے آگے ہاتھ لہرایا اور ایک زبردست کھنکتا قہقہہ لگایا تو جیسے وہ جھٹکے سے بیدار ہو گئی۔ ہزار پتھر لڑھک گئے تھے اس کے اعصاب پر اور دل میں قیامت برپا ہو گئے تھے۔

"دماغ درست ہے سب کا۔ کون 'کون کر رہا ہے 'یہ فیصلہ کس سے پوچھا گیا ہے؟" اس نے ماہم کے سامنے آئے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹکے سے ہٹایا اور بیڈ سے اُتر گئی۔ ناگواری کے جذبات اس کی صورت سے عیاں تھے۔ ماہم نے بُرا مان کر اسے دیکھا۔

"فیصلہ بڑے ہی کرتے ہیں 'ظاہر ہے اور پھر عمر بھائی میں کیا کمی ہے؟"

"جذبات تو ہر انسان کے دل میں ہوتے ہیں' جذبے سے خالی کون ہوتا ہے' جذبے اور احساسات نہ ہوں تو دل خالی مکان ہوتا ہے۔ ہم ہر کام ہر کسی نہ کسی جذبے کے تحت ہی تو کرتے ہیں نا۔"

"اس آئے۔ کیا بات ہے' جذبوں پر ریسرچ کی ہے یا کوئی تازہ تازہ کتاب پڑھ کر آئی ہو ابھی؟" وہ بے اختیار ہنسی اور بال پوائنٹ اس کی ناک پر چبھودی۔ "تمہارا ابھی حال موش سے مختلف نہیں' اس کا مطلب ہے۔"

"بہت فضول لڑکی ہو تم" وہ جھینپ گئی پھر وہی پین اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر بولی "تمہارا حال بھی عن قریب ایسا ہو جائے گا' جب تم عمر بھائی کے نام کی انگوٹھی پہنو گی" ماہم شاید مزید یہ خبر چھپا نہ سکی۔

اسے زوردار جھٹکا لگا تھا۔ اس نے بہ نظرِ غور ماہم کو دیکھا جو معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی پھر اس کی یہ مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی' وہ سرہلانے لگی۔

"جی جناب! عمر بھائی کی خواہش کو امی ابو تو سر آنکھوں پر رکھ رہے ہیں اور چچی تو شاید سو نفل مانیں گی کہ اُن کی مرجھارہی بیٹی کو کوئی نکیل ڈال دے۔"

اس دھچکے نے اسے کتنی دیر کسی بھی ردِ عمل کے اظہار سے باز رکھا۔ وہ ایک ٹک ماہم کی طرف یوں دیکھ رہی تھی' جیسے وہ اسے کسی نئی دنیا کی خبر دے رہی ہو۔ کوئی حیرت انگیز کہانی سنارہی ہو مگر جونہی ماہم نے اس کے آگے ہاتھ لہرایا اور ایک زبردست کھنکتا قہقہہ لگایا تو جیسے وہ جھٹکے سے بیدار ہو گئی۔ ہزار پتھر لڑھک گئے تھے اس کے اعصاب پر اور دل میں قیامت برپا گئے تھے۔

"دماغ درست ہے سب کا۔ کون 'کون کر رہا ہے' یہ فیصلہ کس سے پوچھا گیا ہے؟" اس نے ماہم کے سامنے آئے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹکے سے ہٹایا اور بیڈ سے اُتر گئی۔ ناگواری کے جذبات اس کی صورت سے عیاں تھے۔ ماہم نے بُرا مان کر اسے دیکھا۔

"فیصلہ بڑے ہی کرتے ہیں' ظاہر ہے اور پھر عمر بھائی میں کیا کمی ہے؟"



"کچھ زیادتی ہی ہے" وہ ایک سانس بھر کر بالوں میں انگلیاں پھنسا کر اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی۔ دل چاہا جو منہ میں آئے بولے جائے۔ مگر ماہم کا خیال کر کے وہ اپنی زبان کو روکے ہوئے تھی۔ مگر دل کے اندر سے شعلے کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں۔ ماہم اس پر ایک نظر ڈال کر چلی گئی تھی مگر اس کا چین قرار سب تلپٹ ہو گیا تھا۔

جونہی امی تایا کے پورشن سے لوٹیں' وہ اُن پر چڑھ دوڑی۔ مگر شاید وہ بھی پہلے سے خود کو تیار کر کے آئی تھیں' اس کے چیخنے چلانے کا کوئی نوٹس ہی نہ لیا۔

"یہ فیصلہ تمہارے تایا کا ہے۔ ہمت ہے تو جا کر اُن سے اور عمر سے کہہ دو' مجھے مت کہو۔"

"امی.... یہ.... یہ فاؤل ہے۔ آپ ماں ہیں میری۔ آپ سے نہیں کہوں گی تو کس سے کہوں گی؟" وہ ان کے دامن بچا لینے پر شاکی ہوئی۔ "عمر.... عمر کو تو میں...." اس نے لب زور سے بھینچے مگر دوسرے پل اس کا اونچا لمبا سراپا' استحقاق بھری نظریں' زور و جبر آمیز رویہ۔ سب کچھ یاد آگیا تو دل کے اندر سے اُٹھتے شعلوں پر اوس سی گرنے لگی۔

○☆○

اس کی منگنی کے بعد موش اور امجد کی بھی منگنی کا سلسلہ رکھا جا رہا تھا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ واقعی لڑکی ہے' بے بس و بے اختیار۔

کئی بار وہ عالمِ طیش میں عمر کے کمرے تک آئی مگر دروازے سے ہی واپس لوٹ گئی۔ عجیب سا خوف اس کی رگوں میں اُتر جاتا۔ کئی بار وہ اسے لان میں مغرب کے بعد دکھائی دیا تھا اور وہ اپنے پورشن میں جنگلے کے پاس کھڑی اسے بس دیکھ کر رہ جاتی۔ اس کے بدن کی ساخت' اس کی مضبوط انگلیاں' اس کے چوڑے شانے اسے اپنی توانائی سے کہیں زیادہ محسوس ہوتے۔ ایسے میں اپنی بے بسی اندر ہی اندر کاٹنے لگتی۔

"ٹھیک ہے' میں عین منگنی والے روز انگوٹھی اس کے منہ پر دے ماروں گی۔ پھر کیا کرلے گا وہ؟" وہ کھڑکی بند کر کے خود کو تسلی دیتی۔

آفس میں آکر بھی اس کا ذہن یکسو نہیں ہو پاتا۔

ایک لیٹر ٹائپ کرتے کرتے اسے لگنے لگا، سے اوپر ہو جاتا۔ آج بھی یہی ہو رہا تھا۔ تقریباً آدھا آفس خالی ہو چکا تھا اور اپنے آگے پڑے ڈھیر سارے کام کو دیکھ کر اسے ہول اٹھنے لگے تھے۔ وہ جلدی جلدی ٹائپ پر انگلیاں مارنے لگی کہ ہاشم صاحب کا بلاوا آ گیا۔

زوناش جا چکی تھی اور اسے قوی یقین تھا کہ اب وہ زوناش کی جگہ لے لے گی۔

چلو چھوٹی سی نوید تو ملی۔ کہیں تو خوشی کی رمق جاگی۔

وہ پُرامید سی کمرے میں چلی آئی۔ ہاشم صاحب بھی خاصے موڈ میں دکھائی دے رہے تھے۔ انٹرکام پر چائے کا آرڈر دیا اور ساتھ ہی اسے بیٹھنے کا اشارہ بھی۔

اس کا دل معمول سے ہٹ کر دھڑکنے لگا اور کان کسی خوشخبری کے لیے پھڑپھڑانے لگے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ہمدانی صاحب کی یہ آفر فوراً سے پیشتر قبول کرے گی اور پھر یہ خبر وہ اپنی منگنی والے روز سب کو بتا کر حیران کر دے گی۔ عمر تو جل جل کر مر جائے گا۔

"تم کل سے زوناش کی جگہ کُلی طور پر سنبھال رہی ہو۔" انہوں نے بالآخر اسے وہ خوشی بخش دی جس کی وہ توقع کرکے آئی تھی۔ اس کا رُواں رُواں سماعتوں کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ روح تک میں گویا خوشی کی لہر سرایت کر گئی۔ چہرہ فرطِ مسرت سے جگمگانے لگا اور اس کی جگمگاہٹ سے وہ خود نا آشنا تھی مگر ہاشم ہمدانی کی نظریں پورے طور پر سیراب ہو رہی تھیں۔

"میں چاہتا ہوں عاطمہ، مجھے مس زوناش کی کمی کسی طرح محسوس نہ ہو۔" وہ کرسی پر جھولتے ہوئے بولے۔

"بالکل سر!" وہ اپنی دُھن میں تھی پھر چائے کے لوازمات پر ایک نظر ڈال کر بولی۔ "چائے سر!"

"ہوں.... ہاں" وہ جیسے چونکے پھر اس پر بھرپور نظریں جماتے ہوئے بولے۔ "صرف چائے نہیں، چاہ کے ساتھ چائے۔" وہ کرسی سمیت میز کی طرف آگے کو جھکے۔ "عاطمہ، تم صرف محنتی، ذہین ہی نہیں ہو، خوبصورت بھی ہو، اسمارٹ، چارمنگ اینڈ مچ مور۔" ہمدانی صاحب کی آواز میں لوچ اتر آئی تھی مگر اس لوچ سے زیادہ عاطمہ کو اُن کی نگاہوں نے چونکایا تھا جو عام دنوں سے یکسر مختلف محسوس ہو رہی تھیں، جیسے اچانک ہی اُن میں بہت سی تمنائیں سرسرانے لگی ہوں۔

"میں چاہوں گا کہ تم مجھے اپنے ہاتھوں سے، اِن سبک سبک ہاتھوں سے چائے بنا کر پلاؤ۔ میں کام کرتے کرتے تھک جاؤں تو مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں کرو، یوں کہ میں پھر سے تازہ دم ہو جاؤں۔" وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اس کی کرسی کی پشت پر آ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ہل کھا کر پلٹی۔

"سر! میں آپ کی سیکریٹری کا عہدہ سنبھال رہی ہوں، بیوی کا نہیں۔" مارے غصے کے اس کے مُنہ میں یہی جملہ آیا تھا۔ مگر ہاشم صاحب کے چہرے کے تاثرات نارمل ہی رہے بلکہ اُن میں خمار اُتر آیا۔

"میری ایسی قسمت کہاں کہ تم اس عہدے پر ہو تیں۔" انہوں نے یہ کہتے ہوئے خاصی جرأت سے اس کے دوپٹے سے نکلتی معطر لٹ کو چھوا تھا۔ وہ کرنٹ کھا کر کرسی سے اُٹھی تھی۔ "ویسے اگر تم چاہو تو یہ عہدہ بھی میں تمہیں دے سکتا ہوں۔ زوناش جیسی لڑکیوں سے صرف دل لُبھایا اور بہلایا جا سکتا ہے، تمہاری جیسی سے دل بسایا بھی جا سکتا ہے۔"

"ہمدانی صاحب!" وہ پورے زور سے چلانا چاہتی تھی مگر آواز ٹھٹھر کر رہ گئی۔ اس نے تحیر آمیز بے یقینی سے پچاس کے اوپر کے ہمدانی صاحب کو دیکھا جو سترہ اٹھارہ سال کے لگ بھگ بچوں کا باپ تھا۔ یکدم اس کے اندر سے غصے کا شدید اُبال اُٹھا، اس نے ہاتھ میں پکڑی ڈائری میز پر پٹخی۔

میرا خیال ہے، آپ زوناش جیسی لڑکیوں سے صرف دل بہلائیے تو اچھا ہے۔"

"آں.... آں۔" ہمدانی صاحب یکدم اس کی راہ میں آ گئے کہ اس کا مزید اُٹھتا قدم رک گیا۔ خوف کی ایک تند لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی سے اُٹھی اور پورے جسم میں پھیل گئی۔ اسے ہاشم ہمدانی کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ لہراتی نظر آئی۔

"خوبصورت لڑکیاں عموماً نخریلی ہوتی ہیں، تم شاید کچھ زیادہ ہو۔" انہوں نے بڑی نزاکت سے اس کی کلائی

خفگی محسوس ہو رہی تھیں جیسے اچانک ہی اُن میں بہت
سی تمنائیں سر سرانے لگی ہوں۔
"میں چاہوں گا کہ تم مجھے اپنے ہاتھوں سے' اِن
سبک سبک ہاتھوں سے چائے بنا کر پلاؤ۔ میں کام کرتے
کرتے تھک جاؤں تو مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں کرو یوں
کہ میں پھر سے تازہ دم ہو جاؤں۔" وہ اپنی کرسی چھوڑ کر
اس کی کرسی کی پشت پر آکھڑے ہوئے تھے۔ وہ بل کھا کر
پلٹی۔
"سر! میں آپ کی سیکریٹری کا عہدہ سنبھال رہی
ہوں بیوی کا نہیں۔" مارے غصّے کے اس کے مُنہ میں یہی
جملہ آیا تھا۔ مگر ہاشم صاحب کے چہرے کے تاثرات
نارمل ہی رہے بلکہ اُن میں خمار اُتر آیا۔
"میری ایسی قسمت کہاں کہ تم اس عہدے پر
ہوتیں۔" انہوں نے یہ کہتے ہوئے خاصی جرأت سے اس
کے دوپٹے سے نکلی معطر لٹ کو چھوا تھا۔ وہ کرنٹ کھا کر
کرسی سے اُٹھی تھی۔ "ویسے اگر تم چاہو تو یہ عہدہ بھی
میں تمہیں دے سکتا ہوں۔ زوناش جیسی لڑکیوں سے
صرف دل لُبھایا اور بہلایا جا سکتا ہے' تمہاری جیسی سے
دل بسایا بھی جا سکتا ہے۔"
"ہمدانی صاحب!" وہ پورے زور سے چلّانا چاہتی
تھی مگر آواز گھُٹ کر رہ گئی۔ اس نے تحیر آمیز بے یقینی
سے پچاس کے اوپر کے ہمدانی صاحب کو دیکھا جو سترہ
اٹھارہ سال کے لگ بھگ بچوں کا باپ تھا۔ یکدم اس
کے اندر سے غصّے کا شدید اُبال اُٹھا' اس نے ہاتھ میں
پکڑی ڈائری میز پر پٹخی۔
میرا خیال ہے' آپ زوناش جیسی لڑکیوں سے
صرف دل بہلائیے تو اچھا ہے۔"
"آں.... آں۔" ہمدانی صاحب یکدم اس کی راہ میں
آگئے کہ اس کا مزید اُٹھتا قدم رک گیا۔ خوف کی ایک تند
لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی سے اُٹھی اور پورے جسم میں
پھیل گئی۔ اسے ہاشم ہمدانی کے چہرے پر شیطانی
مسکراہٹ لہراتی نظر آئی۔
"خوبصورت لڑکیاں عموماً نخریلی ہوتی ہیں' تم شاید
کچھ زیادہ ہو۔" انہوں نے بڑی نزاکت سے اس کی کلائی

پکڑی۔ عائزہ کو اپنے وجود پر ایسا سنّاٹا اُترتا محسوس ہوا جو
شاید ہوا سے محروم چاند پر ہوتا ہوگا۔ کمرے کی بڑے
بڑے شیشوں کا پردہ ہٹا ہوا تھا جس سے باہر کا سنّاٹا بھی
اس کی روح میں اُترتا محسوس ہو رہا تھا۔ آدھا اسٹاف تو
پہلے ہی جا چکا تھا' بقیہ لوگ بھی جا چکے تھے۔ اس نے
خوف زدہ نظروں سے ہمدانی صاحب کے چہرے پر پھیلی
مکروہ مسکراہٹ کو دیکھا۔
"میں تو صرف تمہارے ساتھ چائے پینا چاہ رہا تھا'
چاہ کے ساتھ۔ اس دست درازی پر تو مجھے تم اکساری
ہو۔" وہ خباثت سے ہنسا۔
"بکواس مت کرو' خبیث شیطان۔ چھوڑو میرا ہاتھ
ورنہ میں شور مچا دوں گی۔" اس نے اپنے منتشر اعصاب کو
سنبھالتے ہوئے پورا زور لگایا۔
اسے اپنے سامنے کھڑا شخص انسان نہیں' شیطان
دکھائی دے رہا تھا اور کسی بھیڑیئے کی طرح اس کے
سامنے مُنہ کھولے کھڑا تھا مگر وہ بھی کسی بھی لمحے خود کو
کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ "چھوڑو مجھے' مجھے
اندازہ نہیں تھا کہ تمہارے بظاہر شریفانہ سراپا کے اندر
شیطان چھپا بیٹھا ہے۔" اس نے پورا زور لگایا اور اس
کے شکنجے سے اپنی کلائی کھینچی۔ چھن کے ساتھ کانچ کی
ساری چوڑیاں ٹوٹ کر اس کے پیروں میں گریں' کتنی
اندر کُھب گئیں مگر تکلیف کا احساس اسے ہوا ہی نہیں
بلکہ اس نے ہاتھ آزاد ہوتے ہی زور دار تھپڑ اس کے
مُنہ پر دے مارا۔ یہ حملہ اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ
ہمدانی صاحب کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا۔ وہ لڑکھڑا کر میز
سے جا لگے۔ اور یہی موقع غنیمت جان کر وہ پھرتی سے
دروازہ کھول کر باہر بھاگی۔
کھٹ کھٹ' کھٹ۔ خاموش ویران راہداری میں
اسے اپنے ہی سینڈلوں کی آواز اپنے حواسوں پر
ہتھوڑے کے مانند لگ رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ
اس طرح بھاگ رہی تھی' اتنی تیزی سے کہ دھڑکنیں
بُری طرح بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا' دل
سینے کی چہار دیواری توڑ کر باہر آگرے گا۔ بہت جلد
پُررونق سڑک اس کے سامنے تھی۔ اس کے قدموں کی

رفتار خود بخود ڈھیلی پڑ گئی۔ اسے لگا جیسے اب شاید وہ گر پڑے گی۔

ایک درخت سے لگ کر وہ ٹھہر گئی۔ یہ ایک مقامی پارک تھا۔ جہاں اچھی خاصی رونق دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی نظر ایک خالی بینچ پر پڑی جو خالی تھی۔ وہ بہ مشکل خود کو گھسیٹتی وہاں تک آئی اور بے دم ہو کر بیٹھ گئی۔ وحشت زدہ سی آنکھوں سے آنسو یکلخت پوری روانی سے یوں بہہ نکلے' جیسے کوئی بند ٹوٹ گیا ہو۔ دوپٹے سے منہ چھپا کر وہ حلق سے اُبلنے والی سسکیاں دبانے لگی۔

ہاشم ہمدانی کے اس گھناؤنے روپ کی دہشت نے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں جیسے مفلوج کر دی تھیں۔ اسے اپنا آپ بے حد سرد سرد اور کسی خلا میں اترا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ بس لہو میں کھولن تھی جو رگوں میں دوڑتی خون کے آنسو رُلا رہی تھی۔ نظریں کلائی پر گئیں جہاں خون بُری طرح رِس رہا تھا۔ آستین بھی گیلی ہو رہی تھی' چادر پر بھی جا بہ جا سرخ دھبے نظر آئے۔ جانے کتنی دیر سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے چادر کا کنارہ اس پر لپیٹ دیا اور بے بسی سے بینچ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔

یہ درد تو کچھ نہیں تھا' اس سے کہیں زیادہ تو دل سے اُٹھ رہا تھا۔ مر جانے کو دل چاہ رہا تھا۔ کس طرح' کیسے گھر جائے؟

اسے اپنے حوصلوں کی ساری چٹانیں تڑختی محسوس ہو رہی تھیں۔ رُواں رُواں کانپ رہا تھا۔ بہت سا رونے کے بعد بھی وہ یونہی بیٹھی رہی۔ جانے اسے بیٹھے کتنا وقت گزر گیا' جب بے حد نزدیک قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس کا دل وحشت زدہ سا ہو کر اُچھلا مگر دوسرے پل عمر کو سامنے دیکھ کر دم بھر کو رُکتا دل پھر معمول پر آ کر دھڑکنے لگا۔

"یہاں بیٹھی ہو' آدھا شہر چھان لیا۔ آفس سے پتا کروایا۔ ساری سہیلیوں سے معلوم کر آیا۔ چچی رو رو کر ہلکان ہو رہی ہیں اور یہ محترمہ' ادھر پارک میں دل بہلا رہی ہیں۔" اسے دیکھتے ہی جہاں اطمینان ہوا' وہاں ایسی غیر ذمے دارانہ حرکت پر غصہ بھی اُمڈ آیا۔

"مان لیا بھئی' تم بہادر ہو' پوری مرد ہو۔ مگر یہ کیا طریقہ ہے' یوں بتائے بنا پارک میں چلے آنے کا' کم از کم اطلاع دے دیتیں کہ میں واپسی پر آوارہ گردی کر کے لوٹوں گی۔"

"عمر!" وہ سر جھکا کر بلک اُٹھی۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ بے ساختہ ایک سانس بھر کر رہ گیا۔

"اب کیا مصیبت ہے بھئی' رونا تو مجھے چاہیے۔ دو گھنٹے سے خوار ہو رہا ہوں۔ عائشہ... اے..." وہ یکدم چونک سا گیا۔ کچھ غیر معمولی پن کا احساس ہوا۔ تو آہستگی سے اس کے نزدیک آ کر بیٹھا۔

کیا بات ہے عائشہ' کیا ہوا؟" جیسے ہی ہلکے سے چھوا' وہ ٹوٹی شاخ کی طرح اس کے کندھے سے لگ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مائی گاڈ!" وہ اُلجھن آمیز انداز میں سے دیکھ کر رہ گیا پھر اس کا سر اونچا کیا اور اس کی نظریں اس کی کلائی کے زخموں پر گئیں۔ "یہ... یہ کیا ہوا' یہ خون کیسا...؟"

"بہت کچھ ہوتے ہوتے رہ گیا عمر' بہت کچھ۔" ایک سسکاری اس کے لبوں سے آزاد ہو گئی پھر اور زور و شور سے رونے لگی۔

ادھر عمر کے اعصاب پر گویا بم بلاسٹ ہوا تھا۔ اسے لگا' اس کے دماغ کے پرخچے اُڑ گئے ہوں۔ وہ ایک جھٹکے سے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہوتے ہوتے رہ گیا؟" اس نے پوچھنا چاہا مگر الفاظ گرفت میں آ نہ سکے اور اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اس کے آنسو' اس کی حالت' از خود ایک کہانی سنا رہی تھیں۔ اس کی نظریں اس کے چہرے کا جائزہ لیتیں اس کے سراپے میں اُلجھنے لگیں۔

"اُف!" اس کی رگوں میں مچلتے خون میں گویا بھونچال آ گیا۔ کنپٹیوں پر آگ سلگتی محسوس ہونے لگی۔ جیسے دائیں بائیں دہکتے انگارے رکھ دیے گئے ہوں۔

"عمر!" وہ اپنا رونا بھول کر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سہم کر اپنی جگہ سے اُٹھی مگر لڑکھڑا گئی۔ سینڈل کی ٹوٹی اسٹریپ کی وجہ سے پیر مڑ گیا۔ وہ اسی بینچ پر لہرا کر گری۔

"مان لیا بھئی' تم بہادر ہو' پوری مرد ہو۔ مگر یہ کیا طریقہ ہے' یوں بتائے بنا پارک میں چلے آنے کا؟ کم از کم اطلاع دے دیتیں کہ میں واپسی پر آوارہ گردی کر کے لوٹوں گی۔"

"عمر!" وہ سر جھکا کر بلک اٹھی۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ بے ساختہ ایک سانس بھر کر رہ گیا۔

"اب کیا مصیبت ہے بھئی' رونا تو مجھے چاہیے۔ دو گھنٹے سے خوار ہو رہا ہوں۔ عائزہ ... اے ..." وہ یکدم چونک سا گیا۔ کچھ غیر معمولی پن کا احساس ہوا۔ تو آہستگی سے اس کے نزدیک آکر بیٹھا۔

"کیا بات ہے عائزہ' کیا ہوا؟" جیسے ہی ہلکے سے پچھوا' وہ ٹوٹی شاخ کی طرح اس کے کندھے سے لگ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مائی گاڈ!" وہ الجھن آمیز انداز میں سے دیکھ کر رہ گیا پھر اس کا سر اونچا کیا اور اس کی نظریں اس کی کلائی کے زخموں پر گئیں۔ "یہ ... یہ کیا ہوا' یہ خون کیسا ...؟"

"بہت کچھ ہوتے ہوتے رہ گیا عمر' بہت کچھ!" ایک سسکاری اس کے لبوں سے آزاد ہو گئی پھر اور زور و شور سے رونے لگی۔

ادھر عمر کے اعصاب پر گویا بم بلاسٹ ہوا تھا۔ اسے لگا' اس کے دماغ کے پرخچے اڑ گئے ہوں۔ وہ ایک جھٹکے سے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہوتے ہوتے رہ گیا؟" اس نے پوچھنا چاہا مگر الفاظ گرفت میں نہ آسکے اور اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اس کے آنسو' اس کی حالت' از خود ایک کہانی سنا رہی تھیں۔ اس کی نظریں اس کے چہرے کا جائزہ لیتیں اس کے سراپے میں الجھنے لگیں۔

"اف!" اس کی رگوں میں مچلتے خون میں گویا بھونچال آگیا۔ کنپٹیوں پر آگ سلگتی محسوس ہونے لگی۔ جیسے دائیں بائیں دہکتے انگارے رکھ دیے گئے ہوں۔

"عمر!" وہ اپنا رونا بھول کر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سہم کر اپنی جگہ سے اٹھی مگر لڑکھڑا گئی۔ سینڈل کی ٹوٹی اسٹرپ کی وجہ سے پیر مڑ گیا۔ وہ اسی بینچ پر لڑکھڑا کر گری۔

"یہی ہونا تھا اور یہی ہونا چاہیے تھا' تمہارے ساتھ۔"

اس کی نظریں اس کے پیروں پر گئیں' پھر وہ جھٹکے سے پلٹا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بھی گھبرا کر اس کے پیچھے لپکی مگر وہ تیزی سے گاڑی بھگا لے گیا۔ وہ سن بدن کے ساتھ اسے جاتا دیکھتی رہ گئی۔

○☆○

گھر میں اس نے سب کو یہی بتایا کہ وہ بس سے گر گئی تھی۔ تائی اماں اور چچی نے تو کسی بڑے حادثے کو چھوٹی بلا میں ٹلتا سمجھ کر صدقے دیے۔

سب کو مطمئن کرنے کے باوجود وہ خود مطمئن نہ تھی اس لیے کہ اس گھر کے ایک فرد عمر رضا خان کی نگاہیں اس پر اس طرح اٹھتیں کہ اس کا دل چاہتا' زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

وہ دو دن تو اس کا سامنا کرنے سے کتراتی رہی مگر پھر ہمت کر کے اس سے بات کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ اس سے بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"تم ایک بار میری بات کیوں نہیں سن لیتے عمر۔ تم جو سمجھ رہے ہو' ایسا کچھ نہیں ہے' وہ میں تو ..."

"یہ وضاحتیں تم مجھے کیوں دے رہی ہو۔ میں نے تم سے کسی قسم کی وضاحت مانگی ہے' کوئی سوال کیا ہے؟" وہ ریموٹ سے ٹی وی کے چینل بدلتا رہا۔

"تو کیوں نہیں مانگ رہے۔ میں چاہتی ہوں' تم وضاحت مانگو اور میں تمہیں بتاؤں کہ قصہ کیا تھا۔" وہ یکدم ہی رو پڑی۔

"قصہ ... اچھا تو کوئی قصہ بھی ہے جسے تم سنانا چاہتی ہو۔" وہ اس کی سمت گھوما ہلکی، ہنسی کی اس برچھی نے اسے بری طرح کاٹ ڈالا۔ وہ نظریں جھکا گئی۔

"اگر تمہیں اس قصے سے دلچسپی نہیں ہے تو پھر ایسی نظروں سے مجھے کیوں دیکھتے ہو جس میں شک کے سائے لہراتے محسوس ہوتے ہیں۔ خدا کے لیے عمر' مجھے اس آگ میں مت جھلساؤ' اس طرح زخمی مت کرو۔ بتا دو سب کو کہ عائزہ بہادر نہیں' بزدل ہے۔ وہ صرف عورت ہے' اڑتی ہوئی چڑیا جتنی بزدل' شیشے دان میں رکھے

پھول کے مانند۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں نے اپنے بال و پر بچا لیے ہیں، میں نے شیشے دان کو کرچی کرچی نہیں ہونے دیا۔ یہ میری خوش نصیبی سمجھ لو یا میرے اللہ کی مدد اور نصرت۔" وہ یہ کہہ کر رکی نہیں اور بھاگتی ہوئی لاؤنج سے نکل گئی۔

وہ لب بھینچے اسے دیکھتا رہا پھر ریموٹ ایک طرف ڈال کر صوفے کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

○☆○

اُسے لگ رہا تھا، ایک بے زاری و بددلی کا عالم ہے جس میں زندگی تیرتی جا رہی ہو۔ اس کی منگنی کا کون سا دن تھا، اسے خبر نہ تھی بلکہ ہو بھی رہی تھی یا نہیں، وہ بالکل بے نیاز تھی۔ بس اُٹھتے بیٹھتے وہ ایک نا آسودگی کے جال میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ ایک عجیب سی دُھن سوار تھی۔ عمر اس سے کسی طرح سیدھے مُنہ بات کر لے، وہ اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگ رہی تھی۔ یہ یقین دلاتی پھر رہی تھی کہ وہ بے قصور ہے۔ اس کا دامن اب بھی صاف ہے، جتنا پہلے تھا۔

کبھی کبھی ٹھہر کر سوچنے لگتی، آخر اسے کیا ہو گیا ہے؟ وہ کیوں اسے یہ یقین دلانے کو مضطرب ہے۔ اگر وہ یقین نہیں کرتا تو اُس کا کیا نقصان ہے اور اگر یقین کرتا ہے تو اسے کیا فائدہ ہے۔ اس کا ضمیر صاف ہے، اس کا قلب مطمئن ہے پھر... آخر اس شخص کی حیثیت ہی کیا ہے، اس کی زندگی میں۔ محض اس لیے کہ وہ عنقریب اس کا منگیتر ہو جائے گا اور پھر اس کا شوہر۔

مگر وہ امجد کی طرح کا ہی منگیتر ہو گا نا، اس نے کب اس سے پہلے منگنی کو در خور اعتنا سمجھا تھا۔

پہلے بھی تو وہ ایک منگیتر کو رد کر چکی تھی۔

امجد ہو یا عمر، اس نے تو کبھی یہ دردِ سر نہیں پالا تھا۔ پھر وہ کیوں اپنی انا کو اتنا مجروح کر کے اس شخص کے پیچھے دیوانہ وار بھاگ رہی ہے۔ اس طرف یوں لپک رہی ہے، جیسے لوہا مقناطیس کو دیکھ کر کھنچتا ہے۔ ہوا شعلے کی طرف ہی لپکتی ہے۔

عجیب سی تھکن تھی جو اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی ... وحشت زدہ کر رہی تھی۔

○☆○

دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی

اس نے کھڑکی کی گرل میں پیشانی ٹکائے ٹکائے فضا میں پھیلنے والی آواز کی سمت توجہ کی۔ یہ بلاشبہ عمر کی آواز تھی جو بنگلے کے اس طرف سے آ رہی تھی پھر اس کی جھلک بھی نظر آئی۔ پودوں کو پانی دیتا ہوا وہ غزل کی دھن پر گنگنا رہا تھا۔

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی
دل میں اِک لہر سی اُٹھی ہے ابھی

اس کا دل بے ترتیب ہونے لگا۔ پتا نہیں اس کی آواز کا جادو تھا یا اس کی شخصیت کا سحر۔ وہ وہیں جم سی گئی۔

سیاہ شلوار سوٹ میں آستین فولڈ کیے وہ موٹے سے پائپ سے پانی کی بوچھاڑ پودوں پر مار رہا تھا۔

کچھ تو نازک مزاج ہیں ہم بھی
اور یہ چوٹ بھی نئی ہے ابھی

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے تیزی سے کھڑکی کا پردہ ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اب کی اسے اس کی آواز بھی خاصی بلند محسوس ہوئی۔

کچھ تو نازک مزاج ہیں ہم بھی
اور یہ چوٹ بھی نئی ہے ابھی

اس کی پیشانی یکلخت کسی احساس کے تحت جل اُٹھی، وہ سرخ چہرے کے ساتھ وہاں سے جلدی سے ہٹ گئی۔ تذلیل کا احساس روح پر کوڑے کی طرح لگا۔ تمسخرانہ مسکراہٹ کسی تلوار کی سی تیز دھار کے مانند اسے کاٹتی ہوئی اندر تک اُتر گئی۔

○☆○

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی

یہی غزل شام کو ماہم گنگناتی ہوئی چلی آئی۔ اس کا دل چاہا اس کا ... نوچ لے۔ وہ ... جا رہی اسے شاپنگ

○☆○

دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی

اس نے کھڑکی کی گرِل میں پیشانی ٹکائے ٹکائے فضا میں پھیلنے والی آواز کی سمت توجہ کی۔ یہ بلاشبہ عمر کی آواز تھی جو بنگلے کے اس طرف سے آرہی تھی پھر اس کی جھلک بھی نظر آئی۔ پودوں کو پانی دیتا ہوا وہ کسی کی دھن پر گنگنا رہا تھا۔

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی
دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی

اس کا دل بے ترتیب ہونے لگا۔ پتا نہیں اس کی آواز کا جادو تھا یا اس کی شخصیت کا سحر۔ وہ وہیں جم سی گئی۔

سیاہ شلوار سوٹ میں آستین فولڈ کیے وہ موٹے سے پائپ سے پانی کی بوچھاڑ پودوں پر مار رہا تھا۔

کچھ تو نازک مزاج ہیں ہم بھی
اور یہ چوٹ بھی نئی ہے ابھی

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے تیزی سے کھڑکی کا پردہ ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اب کی اسے اس کی آواز بھی خاصی بلند محسوس ہوئی۔

کچھ تو نازک مزاج ہیں ہم بھی
اور یہ چوٹ بھی نئی ہے ابھی

اس کی پیشانی یکلخت کسی احساس کے تحت جل اٹھی، وہ سرخ چہرے کے ساتھ وہاں سے جلدی سے ہٹ گئی۔ تذلیل کا احساس روح پر کوڑے کی طرح لگا۔ تمسخرانہ مسکراہٹ کسی تلوار کی سی تیز دھار کے مانند اسے کاٹتی ہوئی اندر تک اتر گئی۔

○☆○

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی

یہی غزل شام کو ماہم گنگناتی ہوئی چلی آئی۔ اس کا دل چاہا اس کا [illegible] وہ بے چاری اسے شاپنگ

کی ہوئی چیزیں دکھانے آئی تھی، جن میں اس کے لیے بھی ایک کامدانی جوڑا تھا جو اس کی منگنی والے دن کے لیے تھا۔ مہوش کا جوڑا اس کی خالہ اپنے ساتھ ہی لارہی تھیں۔

"دیکھو، ہے نا زبردست۔ ذرا پہن کر دکھانا۔"

"ہٹاؤ اسے ایک طرف۔" اس نے بے زاری سے سوٹ ایک طرف ڈال دیا۔

"اب زیادہ نخرے مت دکھاؤ، ناپ کر دکھاؤ۔ چھوٹا بڑا ہوا تو بدلوانا پڑے گا اور ہاں، یہ دیکھو، سیٹ کیسا ہے؟" ماہم نے ایک مخملی ڈبا کھول کر جھلملاتا سیٹ اس کے سامنے کیا پھر اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتی ہوئی بولی۔

"ہے نا زبردست! یہ عمر بھائی کی چوائس ہے۔" اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

یہ شخص اس کے ساتھ کیا گیم کھیل رہا ہے؟ ایک طرف شان سے منگنی کی تیاریاں کرتا پھر رہا ہے، دوسری طرف اس سے سیدھے منہ بات نہیں کررہا ہے۔ وہ اس کے پیچھے خوار ہورہی ہے۔ وہ کترا کر گزر جاتا ہے، اس کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں ہے۔

"کھل گیا نا، منہ خوشی سے۔" ماہم اس کی دلی کیفیت سے بے خبر کھلکھلائی تو اس نے جلدی سے نظریں جھکالیں اور بکھری چیزوں پر ایک سرسری نظر ڈال کر رہ گئی۔

"ارے ہاں، یاد آیا... امی نے تمہارے لیے بارہ چوڑیاں بنوائی ہیں، کہا تھا عاطفہ کو پہنا کر دیکھ لینا۔ بڑی نہ ہوں زیادہ۔ ٹھہرو، میں ابھی امی کے لاکر سے نکلوا کر لاتی ہوں۔" وہ واپس دوڑ گئی۔ اور وہ بیڈ پر بکھری چیزوں کو تکنے لگی۔

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی

اس کے دل سے بے اختیار یہی آوازیں اٹھنے لگیں۔ آنکھوں کی سطح نم ہونے لگی۔ وہ عجیب سے احساس کے ساتھ کامدانی دوپٹے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی۔ ایک اذیت سے آنکھیں

بند کرلیں پھر کھولیں تو عمر کا سراپا نظر آیا۔ وہ محتاط انداز میں اندر جھانک رہا تھا پھر اپنی مخصوص دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ اندر آیا۔ اور قدرے حیرت سے بیڈ پر بکھری چیزوں پر نظریں ڈال کر اسی تحیر سے بھوؤں کو جنبش دے کر اس کی طرف دیکھا۔

"اخاہ! بڑی خوشی ہے منگنی کی۔ خوب تیاریاں ہورہی ہیں۔"

"یہ.... یہ سب تو ماہم!" اس کی آواز حلق میں پھنس گئی۔ اسے دیکھ کر دل میں مانوس سا درد اٹھا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح تروتازہ اپنے اعتماد کے ساتھ اس سے ذرا فاصلے پر کھڑا تھا۔ وہی مسکراہٹ لبوں پر سجائے جو اسے خون کے آنسو رلانے لگی تھی۔

"اوہ! تو یہ سب ماہم کا ہے۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے، ماہم کی منگنی تو نہیں ہورہی ہے" کمال انجان پنے سے اس نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے حلق تک وہی زہر اتر گیا۔ اس کی اس ایکٹنگ نے اسے سرتاپا سلگا دیا تھا۔

"نہیں، یہ سب میرا ہے مگر میرے لیے کسی خوشی کا باعث نہیں ہے، سمجھے آپ؟" وہ تڑخ ہی تو گئی۔ یہ شخص اسے سلگتی لکڑی سمجھ کر ٹکڑا ٹکڑا کیوں سلگاتا رہتا تھا۔ اس کا دل چاہا، وہ اس چٹان کو ہاتھوں سے دھکیل کر کہیں کسی کونے کھدرے میں چھپ جائے اور کبھی نہ آئے اب اس کی نظروں میں۔

"اوہ، تو تمہاری خوشی کا باعث پھر کیا ہے۔"

اس نے مصنوعی حیرت کے اظہار کے طور پر اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکا۔

"مرجانا!" وہ ایک کرب سے گزرتی بولی۔ "میں مرجانا چاہتی ہوں اور کان کھول کر سن لو عمر رضا خان! میں تم سے یہ منگنی بھی نہیں کررہی ہوں، میں تاعمر کسی ایسے شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی جس کا میری ذات پر اعتماد نہ ہو، جس کی آنکھوں میں میرے لیے تمسخر ہو، نفرت ہو، بے زاری ہو۔ جو میری شکل دیکھنے کا روادار نہ ہو۔ میرے وجود سے جسے کراہیت آتی ہو۔"

اس نے بیڈ سے وہ جھلملاتا دوپٹا اٹھا کر اس کا رول بنا کر دیوار پر دے مارا۔ جیٹ کا ڈبا ایک طرف لڑھکا دیا۔ اس کا دماغ یکدم جیسے الٹ گیا تھا یا پھر وہ تھک گئی تھی اور اپنی ساری گھٹن اس پر الٹ دینا چاہتی تھی۔

"ایسی نفرت آمیز زندگی سے مرجانا زیادہ بہتر ہے۔" وہ دھڑ دھڑ جل رہی تھی پھر بیڈ سے اتر کر اس کی پاس سے جھٹکے سے گزری تاکہ وہ ایک طرف ہٹ جائے مگر بجائے ایک طرف ہونے کے اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر یوں کھینچا کہ وہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ اس نے اس کے کندھے پر دباؤ ڈال کر اسے دوبارہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھنے پر مجبور کردیا۔

"دکھ کی بات یہ ہے کہ بعض دفعہ آنکھیں رکھنے کے باوجود لوگ بینائی سے محروم ہوتے ہیں یا پھر ٹھیک ہی کہا ہے، کہنے والے نے کہ بینائی کا کام آنکھ نہیں کرتی بلکہ آنکھ کی پشت پر دماغ ہے، وہ اس فعل کو سرانجام دیتا ہے مگر افسوس کہ تمہارے پاس دماغ ہی نہیں ہے۔" اس نے یہ کہہ کر باقاعدہ ایک متاسفانہ قسم کی سانس بھری اور ترحم بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی سمت جھکا۔

"کیا تمہیں میں ایسا شخص نظر آتا ہوں جسے زبردستی اس رشتے کے لیے راضی کیا جاسکتا ہے۔" اس نے پلکیں اٹھا کر نا سمجھ آنے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"صرف یہ تمہاری ہی تو خواہش نہیں ہے۔" وہ دل آویز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ اس نے گھبرا کر پلکیں جھکا دیں۔ دل بے ربط سا ہونے لگا۔

ہمارے اندر جھانک جانے والوں کا یہی تو مسئلہ ہے کہ آپ لاکھ چہرے اور آنکھوں کے تاثرات سے عاری رکھنے کی جدوجہد کرلیں، وہ آپ کے دل کے گھر کا ہر منظر دیکھ لیتے ہیں۔ وہ بھی اسے یونہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر جھانک رہا تھا۔ وہ بے ترتیب دل کے ہمراہ اٹھنے لگی مگر اس کے ہاتھ کا دباؤ اب بھی اس کے کندھے پر تھا۔

"ہاں عائمہ، محبت میں ہم سب یکساں بے وقوف ہوتے ہیں۔ جذباتی، اور بے وقوف قسم کے بچے!" وہ یکدم زور سے ہنسا۔ اس نے پلکیں اٹھا کر تحیر آمیز بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی مسکراہٹ کو قابو

کے کندھے پر دباؤ ڈال کر اسے دوبارہ بیڈ کے کنارے پر
بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

دکھ کی بات یہ ہے کہ بعض دفعہ آنکھیں رکھنے کے
باوجود لوگ بینائی سے محروم ہوتے ہیں یا پھر ٹھیک ہی کہا
دیکھنے والے نے کہ بینائی کا کام آنکھ نہیں کرتی بلکہ
کی پشت پر دماغ ہے، وہ اس فعل کو سرانجام دیتا ہے
افسوس کہ تمہارے پاس دماغ ہی نہیں ہے۔" اس نے
کر باقاعدہ ایک متاسفانہ قسم کی سانس بھری اور
بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی سمت

کیا تمہیں میں ایسا شخص نظر آتا ہوں جسے زبردستی
کے لیے راضی کیا جا سکتا ہے۔" اس نے پلکیں
جھپکا آنے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔
تمہاری ہی تو خواہش نہیں ہے۔" وہ دل آویز
اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ اس نے گھبرا کر
یں۔ دل بے ربط سا ہونے لگا۔
اندر جھانک جانے والوں کا یہی تو مسئلہ ہے
چہرے اور آنکھوں کے تاثرات سے عاری
بند کر لیں، وہ آپ کے دل کے گھر کا ہر منظر
وہ بھی اسے یونہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے
تھا۔ وہ بے ترتیب دل کے ہمراہ اٹھنے لگی
کا دباؤ اب بھی اس کے کندھے پر تھا۔
"محبت میں ہم سب یکساں بے وقوف
ہاتی، اور بے وقوف قسم کے بچے!" وہ
تھا۔ اس نے پلکیں اٹھا کر تحیر آمیز بے

رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا مگر مسکراہٹ اس کے
ہونٹوں کے گوشوں سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

دل میں اِک لہر سی اُٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی

وہ اس کی طرف جھکا، ہلکے سے گنگنایا تو اس نے لب
دانتوں میں دبا کر پلکیں جھپک لیں۔ اس کے عارضوں پر
اب سرخی اُمڈنے لگی۔

اپنی دُھن میں اندر آتی ماہم، جھجک کر ٹھٹک سی
گئی مگر عمر کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ ایڑیوں
کے بل اُس کی طرف گھوما۔

"یہ.... میں چوڑیاں لائی ہوں، امی نے کہا تھا، ناپ
کر دیکھ لے عائزہ!" اس نے ہونقوں کی طرح چوڑیوں
کا ڈبا آگے کیا اور نظریں عائزہ کے جھکے ہوئے سر پر
جمائیں۔

"بالکل ناپ کر دیکھ لو، بلکہ لاؤ ادھر مجھے۔ ہو سکتا
ہے، یہ ڈھیلی ہوں۔ لوگ سلگ سلگ کر آدھے رہ گئے
ہیں۔" اس نے ایک ہلکی سی سانس بھری اور چوڑیوں کا
ڈبا اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

دوسرے پل وہ عائزہ کا کانپتا ہاتھ پکڑے، سنہری
چوڑیاں اس کی کلائیوں میں پہنا رہا تھا۔

عائزہ کا شرمیلا گھبرایا ہوا حسن ماہم کو حیرت میں
دھکیل رہا تھا۔ "یہ.... یہ وہی عائزہ تھی۔" اب اس
نے قدرے مسکرا کر اس کے شرمیلے چہرے کو تکا جو عمر کی
شوق نگاہوں سے جھلملا رہا تھا۔

"اگر امجد بھائی دیکھ لیں تو بے چارے یہیں فوت
ہو جائیں۔ ایک روایتی شرمیلی لڑکی جو اپنے من چاہے
کی ایک محبت بھری نگاہ پر یوں پگھل کر رہ گئی تھی، جیسے
دھوپ میں رکھی برف۔"

"ہاں، جذبوں سے بھلا کون سا دل خالی ہے، بات
کی شاید دل کی ہے جو ہر دستک پر نہیں کھلتا۔ درِ محبت
کسی کے لیے وا نہیں ہوتا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
"میں بہرحال ایک انسان ہوں
ایک مقدمہ میرے پاس لاؤ اور
فریق دوسرے سے زیادہ چرب
دلائل سُن کر میں اس کے حق میں
سمجھ لو کہ اس طرح اپنے بھائی کے
نے حاصل کی ہے، وہ دراصل دوز

ہو سکے تو سُن جاؤ، ما

- کچھ دُکھ راکھ کی مانند ہوتے
تو آنچ دینے لگیں۔
- اگر آپ دوسروں کے ہمیشہ
ہیں تو "انا" کا لفظ اپنی لغت
اور "خودداری" کا لفظ جلی
- خوش رہنے کی ایکٹنگ
حقیقتاً مسکرانا اور خوش ر
- توقعات کی کہانی کا انجام
دُکھ۔
- زندگی مضبوط قوت ارادی
پُرخار راستوں سے امنا جنگل
- زندگی کے کچھ معاملات حسا
تول سے مبرا ہی رہنے جا
لطافت، جگنو کی چمک،
ٹھنڈک، آبشاروں کا
اور ہواؤں کی سرگوشیوں
بڑھنے لگتی ہے۔
- ہوتے ہیں ناں کچھ لوگ
خوبیوں کا سارا کریڈٹ
اور اپنی خامیاں اور غل
ہیں ڈالنے کے خواہش
لیے انہی لفظوں کی گر
تنہا تر"

خزانہ